619

ذالک الیوم الحق فمن شاء اتخذ الی ربه مآبا

[stamp]

مدح

حضرت خواجہ بزرگ اجمیری قدس سرہ

الموسوم بہ

راہِ فنا

از کلام

شیخ غلام قادر گرامی شاعرِ خاص حضور نظام دکن

مرحوم و مغفور مع شرح فارسی از حضرت خواجہ علی محمد شاہ

صاحب چشتی نظامی فخری مدظلہ العالی

سجادہ نشین بسی نو شریف حال پاک پتن شریف

Marfat.com

Marfat.com

ذ ص
246
619

ذٰلِکَ الْیَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا

مدح

حضرت خواجہ بزرگ اجمیری قدس سرہٗ

الموسوم بہ

راہِ فردا

از کلام

شیخ غلام قادر گرامی شاعرِ خاص حضور نظام دکن
مرحوم و مغفور مع شرح فارسی از حضرت خواجہ علی محمد شاہ
صاحب چشتی نظامی فخری مدظلہ العالی
سجادہ نشین بسی نو شریف حال پاک پتن شریف

ف
151

Marfat.com

53310

اشاعتِ سوم

تعداد ________ ایک ہزار

مقامِ اشاعت ________ پاک پتن شریف

مطبع ________ دین محمدی پریس لاہور

ماہ وسنِ اشاعت ________ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ ہجری

________ مطابق جنوری ۱۹۷۲ء

ملنے کا پتہ

۱۔ حضرت قبلہ وکعبہ مولینا الحاج میاں علی محمد شاہ صاحب چشتی نظامی فخری مدظلہم العالی
پاک پتن شریف

۲۔ حکیم شمس الدین صاحب انچارج لائبریری مسجد حضرت موج دریا قدس سرہ
پاک پتن شریف

۳۔ الحاج میاں محمد اصغر صاحب۔ رئیسِ اعظم۔ بہاول نگر

۴۔ صاحبزادہ سید مسلم نظامی صاحب اُردو منزل۔ پاک پتن شریف

قیمت :۔ مبلغ پانچ روپے

Marfat.com

619

مُقدّمہ

از مولینا غُلام قادر گرامی مرحُوم و مغفور ہوشیارپُوری

"شعرائے ہند نے حضرت قُطب الاقطاب سُلطان الہند خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے قصائد[1] لکھّے۔ گرامی نے بھی چند شعر لکھّے۔ گرامی کو درجہ اوّل تمغہ ملا۔ گویا یہ منقبت

---

[1] آج سے تقریباً ساٹھ برس پہلے کی بات ہے کہ چند نامور شعرائے ہند نے خواجۂ خواجگان حضرت سُلطان الہند اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں قصائد لکھّے۔ منشی محبُوب عالم پیسہ اخبار والوں کی تحریک و ترغیب پر ملک الشّعراء شیخ غلام قادر گرامی مرحُوم نے یہ منقبت تحریر کی۔ انعام دینے اور حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف سے شرفِ قبولیّت

(باقی زیریں صفحہ ۴)

Marfat.com

حضرت ہندالولی کے یہاں مقبول ہو گئی۔[۲]

۲۔ اِس قصیدہ کی شرح حضرت سرخیلِ عارفاں میاں **علی محمد خان صاحب** سجّادہ نشین ہوشیار پُور نے لکھی ہے۔ سُبحان اللہ! بہت اعلیٰ درجہ کی شرح لکھّی ہے۔ حضرت میاں علی محمدؔ، صاحبِ علمِ لدُنّی ہیں۔ لاجواب شرح لکھّی ہے۔ بیں اِس شرح کو شائع کر رہا ہُوں۔ اَور میرے لائق، واجب التعظیم دوست عبداللہ منہاس امرتسری اِس شرح کو طبع کرتے ہیں۔

۳۔ حضرت میاں علی محمد صاحب سجّادہ نشین کی نسبت گرامی نے کچھ لکھّا ہُوا ہے وُہ بھی لکھتا ہُوں:۔

(بقیّہ حاشیہ صفحہ ۳)

معلُوم کرنے کے لئے حضرت ہی کے قدموں میں قُرعہ اندازی کی گئی اَور تینوں مرتبہ حضرت گرامی کا نام قرعہ میں نِکلا اَور آپ کو طلائی تمغہ دیا گیا۔ کما قال گرامی
اِس بے مثل و مقبول منقبت کی بے نظیر اَور محقّقانہ شرح عقلاً نقلاً بالغ نظری اَور حاسۂ باطنی کے ساتھ حضرت مخدومی خواجہ علی محمد شاہ چشتی نظامی مدظلہ العالی سجّادہ نشین بسی نو شریف نے راہِ فردا کے نام سے تحریر فرمائی۔ جس پر خود حضرت گرامی نے یہ مقدّمہ لکھّا تھا۔ راہِ فردا کی اشاعتِ اوّل امرتسر سے ہوئی۔ اشاعتِ دوم دہلی سے۔ اب یہ تیسرا ایڈیشن پاک پتن شریف سے شائع کیا جا رہا ہے۔

[۲] جناب خلیقی دہلوی نے اظہارِ سپاس کے لِئے جو شذرہ سپُردِ قلم کیا تھا وُہ دہلی سے شائع ہونے والے ایڈیشن کے آخر میں شامل تھا۔ چنانچہ اسی ترتیب سے اَب بھی اسے شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ اِس سے گرامی کی لکھّی ہُوئی منقبت کی شانِ قبولیّت واضح ہوتی ہے۔ (ناشر)

Marfat.com

محرمِ نکتۂ خفی و جلی　　جانشینِ محمد است علی

قدوۃ السالکین زُبدۃ الواصلین حضرت میاں محمد شاہ صاحب بسی نو ضلع ہوشیار پُور، اپنے زمانہ کے خضرِ راہ تھے۔ اِن کے نواسے حضرت میاں علی محمد صاحب ہیں۔ اور اِس شعر کے مِصداق ہیں:۔

باتو باشم درست شش دانگم　　بے تو باشم ز آسیا بانگم

تو مرا دِل دہ و دلیری بین　　روبۂ خویش خواں و شیری بین

حضرت میاں علی محمد صاحب اِنسانِ کامل ہیں۔ ہوشیار پُور کے ضِلع میں ان کا فیض[۲] عام ہے۔ عام و خاص ان کے خوانِ معانی سے چاشنی گیر

---

[۱] غالباً یہ تلمیح ہے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اِس فرمان سے کہ "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا"۔ اور حضرت قبلہ قطب زماں جناب میاں محمد شاہ صاحب قدس اللہ سِرّہٗ العزیز اور حضور کے جانشین حضرت مولانا الحاج میاں علی محمد شاہ صاحب مدظلہم العالی کے بارہ میں بھی بطورِ ظِلّ یہی حقیقت ثابت ہے۔

[۲] گرامی کا اِنتقال بروز جمعرات تین بجے صبح مورخہ ۲۶۔ مئی ۱۹۲۷ء کو ہوشیار پور میں ہوا اور وہیں قبرستان کندن شاہ بخاری میں دفن ہوئے۔ اُن کا یہ کہنا کہ حضرت قبلہ میاں صاحب مدظلہم کا فیض ضِلع ہوشیار پُور میں عام ہے غالباً اِس لحاظ سے تھا کہ گرامی صاحب، حضور میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں اکثر و بیشتر ہوشیار پُور ہی میں حاضر ہوتے رہے۔ ورنہ حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب کا فیضِ عام برِّصغیر ہند و پاکستان کے تمام اطراف میں یکساں ہے۔ آپ کے پیر و مُرشد قطبِ زماں مخدومنا و مُرشدنا حضرت خواجہ محمد شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ اِسی ضِلع کے رہنے والے تھے۔ جب (باقی زیریں صفحہ ۶)

Marfat.com

ہیں۔ ہفتاد سالہ گرآمی نے ایسے سجّادہ نشین مستجاب الدعوات کوئی نہیں دیکھے۔

مفتاحِ خزینہ ہائے سرمد این است
سجّادہ نشین علی محمّد این است
در حلقۂ اولیا کہ سلکِ گہر است
در مرتبہ الماس و زبرجد این است

گرآمی

(بقیہ صفحہ ۵)

حضرت موصُوف ممدُوح کے فیضانِ عام کا آفتاب نصف النّہار پر پہنچا تو پاک و ہند کے تقریباً ہر ضلع سے بکثرت عاصی تائب ہونے اور تائب مقامِ قُرب حاصل کرنے اور سالک منزلِ مقصُود تک پہنچنے، عارف جمالِ ذوالجلال سے متمتّع ہونے اور عاشق وصالِ بے زوال حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق آپ کی خدمت میں بسی نو ضلع ہوشیار پور پہنچنے لگے اور یہ مقام آپ کے وجُودِ باجُود کی برکت سے اصلاح اور تبلیغ کا مرکز بن گیا۔ مشرقی پنجاب اور خصوصاً ضلع ہوشیار پُور کے سعادت مند لوگوں نے آپ کی ذاتِ گرامی سے خوب استفاضہ کیا۔ غالباً اسی لئے گرامی صاحب نے اپنے مقدّمے میں ہوشیار پُور کے فیضانِ عام کا ذکر خصُوصیّت سے کیا ہے۔ ورنہ حضرات کے لاکھوں مُریدین اور مُسترشدین برّصغیر ہندو پاک کے سب علاقوں میں کثرت سے موجُود ہیں۔

(ناشر)

Marfat.com

۷۸۶

رُباعیاتِ گرامی

یک قطرہ ز میخانۂ رازم دادی
یعنی خبر از ناز و نیازم دادی
صُورت بندد چگونہ عصیاں از من
کز صورتِ خویش اِمتیازم دادی

برخیز کہ عارفاں بخود سیر کنند
در پردہ نظر بہ کعبہ و دَیر کنند
خود را دیدند غیر از خود رفتند
خود غیر خودند و قطع از غیر کنند

در حضرتِ شیخ عرض ما بے ادبی است
آں شیخ کہ نائبِ رسولِ عربی است
ما از درِ گنج بخش محرُوم رویم
در قاعدۂ کرم بسا بُوالعجبی ست

اَے سیّدِ پاک بر گرامی نظرے
کافتادہ بدامِ فِتنہ بے بال و پرے
من رخت کجا برم ز درگاہِ کریم
مانندِ تو گنج بخش نآمد دِگرے

بربستم چشم و یک جہاں در نظرم
پرواز باوجِ عرش و بے بال و پرم
خود را نشناختم ز خود بے خبرم
کر دست نگاہ پیرِ سنجر دگرم

آتش بجگر ز دردناکی داریم
دست آویزے ز سینہ چاکی داریم
بادلشدگاں ز قرص خورشید مگو
ما جلوۂ بختیار کاکی داریم

Marfat.com

در شهرِ گرامی ست که معنی نظرست / در پنجهٔ مرگ سخت بے بال و پر ست
در تلخئ نزع حکم آمد باجل / بگذار که این مُریدِ گنج شکراست

محبُوب الٰہی که نظام الدین است / سُلطانِ مشائخ ادب تمکین است
سر بر خط آں کج کلاہ مسند فقر / ہند و سندھ و عراق و رُوم و چین است

خوناب جگر تراود از چشمِ ترم / زد خیمه باوجِ عرش آہِ سحرم
نازم بدماغ خوش و پُرشورش خویش / شوریست ز محبُوبِ الٰہی بسرم

مُرشد مخدُوم شیخ صابر صابر / در صبر و رضا اوّل و آخر صابر
گفتم که بود در اولیاء جوہر فرد / خود دُرجِ فرید گفت صابر صابر

ہر گوشهٔ دہلی ست مگر باغِ نعیم / ہر ذرّهٔ دہلی ست مگر دُرِّ یتیم
بر چرخ اگر یک آفتاب است بهل / اینجاست دو آفتاب باقی و کلیم

دادند باوجِ عرش معنی راہم / کز حلقه بگوشانِ محمد شاہم
من ذرّه ام آفتاب در آغوشم / بالغ نظرم باخبرم آگاہم

مصباحِ حریمِ عمر سر آمد / سجّاده نشیں علی محمّد آمد
بالغ نظراں رمزِ نگاہش فهمند / بر گنجِ رموز قفلِ ابجد آمد

Marfat.com

دیباچہ طبع دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ۙ)[1]

(تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ)[2]

وَالْكِبْرِیَاءُ لِلّٰهِ الْغَالِبِ عَلٰی اَمْرِهِ الَّذِیْ نَزَّلَ[3] عَلٰی عَبْدِهٖ قُرْاٰنًا عَزِیْزًا ....

---

[1] (سب تعریف اس خدا کے لئے ہے کہ جس نے اپنے بندے محمد صلعم پر کتاب اتاری اور نہ کی اس میں کوئی کجی درآں حالیکہ وہ قائم رکھنے والی دین کو ہے۔ اور بالکل سیدھی سی بات ہے تاکہ ڈر سناوے عذاب شدید سے جو حق تعالیٰ کے پاس ہے اور بشارت دیوے ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں۔ اس طرح کہ ان کے لئے اجرِ حسن یعنی بہشت ہے کہ جس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

[2] اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے عمل میں کون بہتر ہے)

[3] اور بڑائی ہے اس خدا کے لئے کہ غالب ہے اپنے امر پر کہ جس نے (باقی زیرین صفحہ آئندہ)

Marfat.com

وَمِنْهُ (يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۞ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۞)

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِيَائِهِ التَّابِعِيْنَ الَّذِيْنَ اِتِّبَاعُهُمْ مُوْجِبُ النَّجَاةِ مِنْ عَذَابٍ مُّهِيْنٍ ۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ)

نازل کیا اپنے بندے پر قرآن غالب ۔ اور اُس قرآن سے ہے (اس دن کو پیش نظر رکھو کہ جس دن ہر نفس (آدمی) اپنے نیک عمل کو رُوبرو موجود پائے گا اور جو بُرائی کی اُس کو بھی پائے گا۔ چاہے گا کاش درمیان اس بُرائی کے اور درمیان اس شخص کے بہت دُوری ہوتی ۔ اور ڈراتا ہے اللہ تم کو اپنے نفس (ذات) سے اور اپنے بندوں پر شفقت بھی رکھتا ہے ۔ کہہ دو اے پیغمبرؐ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو پیروی کرو میری کہ اللہ بھی تم سے دوستی رکھے (یعنی اگر میری پیروی کروگے تو اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا) اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ اے پیغمبرؐ کہہ دو کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسُول کی ۔ پس اگر پھر جاویں (نہ مانیں اور رُوگردانی کریں) تو اللہ منکروں کو دوست نہیں رکھتا ۔

Marfat.com

امّا بعد

بندۂ ذلیل اُمیدوار لُطفِ ربّ جلیل کمترین غلامان حضرت خواجہ محمد شاہ صاحب رح چشتی نظامی فخری ہوشیارپُوری عاملہ اللہ بفضلہ الوفی کہتا ہے۔ کہ میرے محترم ملک الشعراء الشیخ غلام قادر صاحب گرامی نے اِن چند اشعار کی شرح لکھنے کے لیئے اس خاکسار کو فرمایا۔ پس باوجود کم بضاعتی اور بے علمی حقِ صحبت کو ملحُوظ رکھ کر جو کچھ ذہنِ ناقص میں آیا ٹوٹی پھُوٹی عبارت میں ادا کر دیا۔

چونکہ محب ممدُوح فارسی زبان سے ایک خاص ذوق رکھتے ہیں لہذا بپاسِ خاطر آں مہربان ہر شعر کے تحت اس کی شرح بزبانِ فارسی بغیر لحاظ اِلتزام ترجمہ تحت اللفظ لکھ دی گئی۔ اور جو کچھ چند ابتدائی اشعار کا مضمون اول ادا کردہ معانی سے جُداگانہ بوقتِ نظرِ ثانی سمجھ میں آیا وہ بھی بطور حاشیہ چسپاں کر دیا گیا۔

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

مسوّدہ کی نظرِ ثانی کے سِلسلہ میں اُستاذ محترم مولانا مولوی محمد مُرید احمد صاحب نے جو زحمت اُٹھائی اس کے لیئے فقیر سپاس گذار ہے۔ نیز چند جگہوں پر جو نوٹ مولانا موصُوف نے اضافہ فرمائے ہیں میں اُن کے لیئے بھی خاص طور سے شُکرگذار ہُوں۔

فقیر علی محمد کان اللہ لہٗ

سجّادہ نشین بسی نوشریف، ضلع ہوشیارپُور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حدیثِ دل

یہ اُس قصیدہ کی شرح ہے جو ملک الشعراء غلام قادر گرامی نے حضرت سُلطان الہند خواجۂ خواجگان سیّدنا و مولانا خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کہا تھا۔ ایک تو ممدُوح سُلطان الہند خواجۂ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ جنہیں بارگاہِ ربّ العزت سے حبیب اللہ کا خطاب ملا۔ دُوسرے مدّاح اپنے وقت کا بے مثل و یکتا شاعر جس کو مبدا رفیاض نے شاعری کی تمام حُسن و خوبیوں سے بھرپُور نوازا جس کا تقریباً سارا کلام آورد و بھرتی سے پاک بلکہ آمد ہے جس میں فصاحت و بلاغت، جامعیّت وغیرہ پُورے کمال کے ساتھ موجُود ہیں۔ اور اِس پر مزید یہ کہ ان کے کلام میں صُوفیائے کے بعض دقیق اور اہم مسائل کثرت سے ملتے ہیں۔ اور کلام کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ ہر صاحبِ ذوقِ سلیم سامع پر ایک وجدانی کیفیّت طاری ہو جاتی ہے۔

شاعرِ مشرق محترم ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحُوم گرامی کے بڑے مدّاح اور ان کے اشعار کے بے حد قدردان تھے۔ اور اُن کے بعض اشعار وجد و ذوق کے عالم میں گھنٹوں پڑھتے رہتے تھے جیسا کہ خود ان کے خطوط سے ظاہر ہے۔ اور جب گرامی کا اِنتقال ہوا تو اُنہوں نے چند اشعار بطور مرثیہ لکھے جس میں اُن کے فکرِ بلند اور طبع رسا کی دل کھول کر داد دی ہے۔ فرماتے ہیں: ؎

آہ مولانا گرامی از جہاں بربست رخت — آنکہ زد فکرِ بلندش آسماں را پُشت پائے

Marfat.com

معنیٔ مستورِ اُو در لفظِ رنگینش نگر — مثلِ حُورے بے حجاب اندر بہشتے دِلکشائے

از نوائے جانفزائے او عجم را زندگی — جامِ جمشید از شرابِ نابِ اُو گیتی نمائے

یاد ایّامے کہ با اُو گفتگوہا داشتیم — اے خوشا حرفے کہ گوید آشنا با آشنائے

برمزارش پست تر کُن پردہ ہائے سازرا

تا نہ گردد خوابِ اُو آشفتہ از شورِ نوائے

اِس پر نُورٌ علیٰ نُور والی بات یہ کہ شیخِ کبیر مُرشدِ طریقت سیّدی و مولائی حضرت خواجہ علی محمد شاہ چشتی نظامی مدظلہ العالی نے اِس عظیم منقبت کی عارفانہ شرح لکھی منقبت و شرح دونو آپ کے سامنے ہیں "مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں" والی بات نہیں ہے بلکہ ذوقِ سلیم حکم ہے۔ اِس تیسرے ایڈیشن میں بعض احبابِ طریقت کے اصرار پر میں حضرت گرامیؔ مرحوم کی ایک غزل اور چند رُباعیوں کی شرح شامل کر رہا ہُوں۔ یہ سب کچھ حضرت سیّدی و مولائی میاں صاحب قبلہ کے اِرشادات ہیں جو آپ نے مختلف مجالس میں اِن اشعار کی شرح میں فرماتے ہیں۔ اَب میں آپ کے سامنے انہیں اِختصار اور اِس اِعتراف کے ساتھ پیش کرتا ہُوں کہ عین ممکن ہے مجھ سے حضرت کے ارشادات کی کماحقہٗ ادائیگی اور ان معنی کو ضبطِ تحریر میں لانے میں قصور واقعہ ہوا ہو جس کی ذمہ دار میری عقلِ ناقص اور علمِ ناتمام ہے۔

عام طور پر شعراء اپنے دیوان حمدِ باری تعالیٰ سے شروع کرتے ہیں۔ گرامیؔ مرحوم نے بھی حمد میں اشعار لکھے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

حرفے است خوش ز حمدِ خُدا بر زبانِ ما — گردد بگردِ خویش زباں در دہانِ ما

شعر کیا ہے گویا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کی تفسیر ہے یعنی سب محامد، کُل خُوبیاں، تمام تعریفیں مستقل اور حقیقی طور پر صرف اللہ تعالٰے کے لئے ہیں۔ مخلوق کی صفات و خُوبیاں اضافی، عطائی اور اِعتباری ہیں۔ قرآن پاک میں خود حضرتِ حق

Marfat.com

جلّ مجدہٗ کا ارشاد جزوِ آیتہ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شاہد ہے کہ وہ اپنی رحمتِ اِمتنانیہ سے ہر کسی کو ہر کچھ بلا معاوضہ عطا فرماتا ہے۔ اور رحمتِ وجُوبیہ بھی اسی کی طرف سے ہے۔ قیام و بقا اُسی کے لیئے ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ غالب مرحُوم نے کُل مخلوق کی فنا اور بے ثباتی اور حضرت حق تعالیٰ کی بقا اور دوام کو بطورِ حمد اِس طرح بیان کیا ہے جو واقعی لاجواب ہے۔ فرماتے ہیں ؎

نقش فریادی ہے کِس کی شوخیٔ تحریر کا　　کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

حضرت بیدل نے اپنی بے ثباتی اور بے اِعتباریٔ زیست کو "ہستیٔ ما جُز دروغِ مصلحت آمیز نیست" کہا ہے اور خُوب کہا ہے لیکن گرامی نے تو غضب کر دیا۔ ملاحظہ فرمایئے شاخِ شعلہ پر وجُود کا آشیانہ جو ہر لحظہ فنا کی آغوش میں ہے ناپائیداری اور فنا کا اس سے زیادہ اور کیا عبرت انگیز اظہار ہو گا۔

بُود و نبُودِ ما ہمہ ہیچ است اَے حکیم　　یعنی بشاخِ شعلہ بود آشیانِ ما

ایک دُوسری جگہ اپنی بے ثباتی کے ساتھ ساتھ حق کے سامنے اپنے پورے عجز کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک فانی بشر کی اِستطاعت سے باہر ہے۔ محدُود لامحدُود کو، مخلوق خالق کی ذات کو کِسی طرح نہیں پا سکتا۔ اِنسانی عقل و خِرد کی وسعت کتنی ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اِس کی حد ہے۔ خالقِ کائنات کا احاطہ عقل و ذہن کی حدُود میں نہیں کیا جا سکتا۔ اکبر اِلٰہ آبادی مرحُوم نے کیا خُوب فرمایا ہے ؎

ذِہن میں جو گھر گیا لاانتہا کیونکر ہُوا　　جو سمجھ میں آ گیا پھر وُہ خدا کیونکر ہُوا

ملاحظہ فرمایئے گرامی نے اِس رُباعی میں کِتنا اہم اور نازک مسئلہ کیسے بہترین الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

دانستنِ ذاتِ اُو نہ حدِ بشر است　　زادراکِ صفاتِ خود خبر بے خبر است

Marfat.com

از عین و اثر چہ نکتہ ہا می رانی   آں عین کہ عین می شناسی اثر است

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو جاننا اور اُس کی ذات کا عرفان بشر کے بس کی بات نہیں۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ اُس کی صفات کے ذریعہ اُس کو پہچانا جا سکتا ہے تو یہ ایک خبر ہوگی جیسے انہ سمیع، انہ بصیر، انہ علیم، اور خبر میں احتمالِ صدق و کذب یا نفی و اثبات دونوں ہمیشہ پائے جاتے ہیں۔ پہلوئے نفی تو ذات کی صفت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ذات کی صفات وجودی ہوتی ہیں۔ عدمی نہیں ہو سکتیں۔ اب رہا پہلوئے اثبات جو ذات کی صفت ہے تو یہ ایک خبر ہی ہے جو دونوں احتمال لے کر لوٹ پھیر کر تیری ہی طرف آتی ہے اِس لِئے کہ نفی و اثبات کا تعلق تیرے ساتھ ہے وُہ ذات تک پہنچتی ہی نہیں۔ جب حالت یہ ہے تو پھر ذات کا علم و عرفان کیسے حاصِل ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عین و اثر کا قیاس باندھ کر ہم ذات کا علم حاصل کر سکتے ہیں تو یہ قیاس بھی باطل ہے۔ اِس لِئے کہ جس کو تُو عین سمجھ رہا ہے وُہ تو ذات کی الوہیت ہے۔ جو خود اثرِ ذات ہے عین کہاں ہے۔ یہی تیرے قیاس کا بطلان ہے کہ تو نے اثر کو عین سمجھ لیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ذات کا عرفان ناممکن ہے کیونکہ وُہ متعلقِ الوہیت ہے متعلقِ ذات نہیں ہے ذات سے متعلق دیدار ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم حضرت شیخ اکبرؒ نے فتوحاتِ مکیہ کے دیباچہ میں یہی برہان باندھی ہے۔ اِس رُباعی میں حضرت گرامی کا یہ کمال بالکل ظاہر و باہر ہے کہ انہوں نے اِس بڑے مسئلہ کو چار مصرعوں میں ادا کر دیا۔

میں یہاں ایک رُباعی اور پیش کرتا ہوں جس میں انہوں نے نہایت قادر الکلامی کے ساتھ عبودیتِ کاملہ کا نقشہ کھینچا ہے۔ علمائے صوفیا کے نزدیک عبادت و بندگی کی تعریف یہ ہے کہ بندہ پیشِ حق جو "لا محل التعین" ہے کمالِ تذلل پوری بے چارگی اور انتہائی اطاعت کا اقرار و اظہار کرے ایسی عبودیت کاملہ کے ساتھ گناہ ممکن ہی نہیں لکھتے ہیں:-

Marfat.com

یک قطرہ زخمخانہ رازم دادی یعنے خبر از ناز و نیازم دادی
صورت بند دچگونہ عصیاں از من کز صورت خویش امتیازم دادی

جس وقت یہ رُباعی سجادہ نشین بسبی شریف سیّدی و مولائی حضرت خواجہ علی محمد شاہ چشتی نظامی مدظلہ العالی نے سُنی بے اختیار اُچھل پڑے اور فرمایا گرامی صاحب غضب کر دیا۔ کیسا عجیب وغریب اور وسیع مضمون آپ نے اپنی رُباعی میں ادا کر دیا ہے۔ کچھ بیان تو فرمائیے کہ آپ کا عنقائے خیال کہاں تک پہنچا ہے۔ فرمانے لگے ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ۔ حضرت نے فرمایا گرامی کیا کہتے ہو تم نے تو رُباعی میں ایسا مضمون باندھا ہے جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ یہ سُن کر انہوں نے اپنی آنکھیں پھاڑیں اور حضرت کی طرف غور سے دیکھا اور کہا ہاں ہم تو کہہ دیتے ہیں آپ سمجھتے ہیں۔ سمجھئے سمجھائیے ہم سے بیان نہیں ہوسکتا۔ حضرت علامہ اقبال نے گرامی کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں :-

"کچھ ضروری نہیں کہ صاحب الہام اپنی بلاغت سے بھی آگاہ ہو۔ اگر گرامی صاحب کے خیال میں وُہ معنی نہ تھے (جو میں نے بیان کئے) تو کچھ مضائقہ نہیں اُن کے الفاظ میں تو موجود ہیں۔"[1]

یک قطرہ زخمُ خانہ رازم دادی یعنی تُو نے مجھے اپنے خُم خانہ راز سے ایک قطرہ عطا فرمایا اور مجھے اپنے ناز و نیاز کے اسرار پر آگاہی بخشی۔ تیری مہربانی اور لُطف وکرم نے مجھے تذلّل عبدیّت کا انشراح اور علوِ رُبوبیّت کا علم عطا فرمایا۔ بس ذاتی اور صفاتی طور پر میرا تیرے ساتھ کوئی اشتراک نہ رہا۔ تو مجھ سے گناہ کا صدور ناممکن ہوگیا۔ کیونکہ گناہ کی اصل شرک ہے۔ جب مجھ سے شرک ہی مٹ گیا تو گناہ کا امکان آپ ہی ختم ہوگیا اور یہی عبُودیّتِ کاملہ ہے۔ اِسی عبُودیّتِ کاملہ کے سبب انبیاء علیہم السّلام سے گناہ سرزد نہیں

---

[1] مکاتیبِ اقبال ص۵۸

Marfat.com

ہو سکتے۔ اور یہ بات بندہ میں اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب بندہ کا کوئی اشتراک ذاتی۔ صفاتی اور فعلی طور پر حق کے ساتھ نہ رہے۔ بندہ اپنی پوری صفاتِ بندگی کے ساتھ قائم ہو۔ اور اِس کیفیت کے ساتھ جامع ومانع ہو اور شانِ الوہیت اپنے پورے علوِ ربوبیت کے ساتھ بالکل ممتاز ہو۔ جب یہ ہو گا تو پھر بندہ سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ کما صرحہ به شیخ الاکبر فی فصوصه

گرامی صاحب کے کس کس شعر کی تعریف کی جائے۔ اُن کی یہ خصوصیت وہی تھی۔ ان کے اشعار کی بلاغت اور دبدبہ ظاہر کرتا ہے کہ وُہ بڑے عارف باللہ اور فضلائے روزگار میں سے ہیں۔ اگرچہ یہ بات شواہد سے ثابت نہیں ہوتی تو پھر ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ

"آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے"

یا خود بزبانِ گرامی ؎

بر سخنہائم گرامی جبرئیل آمد بوجد — ایں ہمہ دل گرمیٔ ذوقِ خداداد من است

ایک رُباعی اور ملاحظہ فرمائیے جس میں اُنہوں نے صوفیاء کی سیرِ نفس کا بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

برخیز کہ عارفاں بہ خود سیر کُنند — در پردہ نظر بہ کعبہ و دیر کُنند
خود را دیدند غیر از خود رفتند — خود غیر خود اند قطع از غیر کُنند

یعنی اے غافل دیکھ ہوشیار ہو ہم تجھ کو ایک ایسا روشن اور صاف راستہ بتاتے ہیں جس پر چلنے سے بفحوائے من عرف نفسه فقد عرف ربه" سالک کو عرفانِ نفس حاصل ہوتا ہے جس کا نتیجہ عرفانِ حق ہے۔ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ "در پردہ نظر بہ کعبہ و دیر کنند" یعنی وُہ ہر چیز کی حقیقت پر نظر کرتے ہیں۔ بلکہ یُوں کہنا زیادہ اچھا ہے کہ وُہ کعبہ و دیر کی حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اِس طرح کہ "خود را دیدند غیر از خود رفتند" یعنے وُہ اپنے کو غیر

Marfat.com

دیکھتے ہیں۔ اِس غیر دیکھنے میں اُن پر بے خودی طاری ہوجاتی ہے۔ اَور اس بےخودی میں ان پر اسرارِ غائبہ اَور اشیاء کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ یہ وُہی حقیقت ہے جس کی طرف قرآن پاک میں وفی الآفاق۔ وھو معکم اینما کنتم اَور "وفی انفسکم افلا تبصرون" فرما کر اشارہ کیا گیا ہے۔ اَور حضرات علمائے صوفیائے نے خود کو غیر دیکھنے کے لئے بعض مشاغل قائم کیے ہیں جن کے ذریعہ وُہ اپنے آپ کو غیر دیکھتے ہیں اَور بےخود ہوجاتے ہیں جب وُہ خودہی اپنے غیر بن گئے تو پھر غیر سے تعلق ہی کیا رہا۔ یہ اِس لئے ہے کہ خودی تعین کے اعتبار سے حقیقت کا غیر ہے اَور حقیقت کا حجاب ہے جب تک خودی دفع نہیں ہوگی حقیقت کا انکشاف نہیں ہوسکتا۔ اکبر الہ آبادی نے بالکل صحیح فرمایا ہے ؎

بےخُودی ہی عشق میں مقصُود ہے　　　حُسن بے حد ہے خودی محدُود ہے

چنانچہ گرامی فرماتے ہیں "خود غیر خود اند قطع از غیر کُنند" پس یہاں یعنی اِس حال میں اُس کو لاموجود اِلّا اللہ کا مشاہدہ ہوگا۔ یہ ہیں وُہ بسیط مضمون اَور عارفانہ رمُوز جن کو گرامی نے چھوٹے چھوٹے چار مِصرعوں میں کمالِ فن کے ساتھ ادا کردیا ہے۔ اَور یہ خوبی کچھ ان کی رباعیات کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے بلکہ ان کی اکثر غزلیات بھی مسائلِ متصوفانہ سے مملو ہیں۔ یہاں ایک غزل ہم بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ یہ غزل گرامی مرحُوم نے غالباً حضرت حافظ علیہ الرحمۃ کی غزل پر کہی ہے۔ غزل موجود ہے نظرِ انصاف سے دیکھیئے تو معلوم ہوجائے گا کہ گرامی کی غزل حضرت حافظ علیہ الرحمۃ کا فیضان ہے۔ پُوری غزل مرصّع ہے اَور اس کے تمام اشعار معناً ایک دُوسرے سے پُوری طرح مربُوط ہیں۔ گرامی فرماتے ہیں:۔

نہاں بہ پردۂ فِطرت ہزار بوالعجبی ست　　　تبسّم سببے امتیازِ بےسببی ست

یعنی پسِ پردۂ فطرت ہزارہا عجائبات اَور نیرنگیاں موجُود ہیں۔ ایک سبب ہی کو لیجیئے۔ جس وقت پردہ اُٹھتا ہے تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ بےسببی کو امتیاز حاصِل

Marfat.com

ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے بلکہ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ جب اسباب ختم ہو جاتے ہیں، وسائل منقطع ہو جاتے ہیں، حیلے ٹوٹ جاتے ہیں تو بے سببی ایک ممتاز حیثیت سے نمایاں ہوتی ہے۔ اور یہ حقیقت پُوری طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ بے سبب رحمت، بلا معاوضہ بخشش و عطا، عنایتِ ازلی اور فضلِ ربّی کا کرشمہ ہے۔ عارفِ شیراز خواجہ حافظؒ نے اپنے سبُوئے مستانہ سے رندانِ لااُبالی کو کچھ یہی شراب اس طرح پلائی ہے ۔

سبب مپُرس چرخ ارچہ سِفلہ پرور شُد　　کہ کام بخشئ او را بہانہ بے سببی ست

آگے فرماتے ہیں ۔

حدیثِ دل بزبانِ نگاہ می گوئیم　　زبانِ ما عجمی و نگاہِ ما عربی ست

یعنی میں اسرارِ دل اور وارداتِ قلبیہ کو زبانِ نگاہ سے سناتا ہوں۔ بقولِ اقبالؔ ۔

خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

حدیثِ دل نہ بیان میں آسکتی ہے اور نہ ہی اس کو بیان کرنے کی اجازت ہے یہ ایک راز ہے بین المحبّ والمحبُوب، جو بیان کرے وُہ جھوٹا، جو کہے وُہ مدّعی، جو راز افشا کرے وُہ لائقِ دار، کیونکہ اسرارِ دل اور کیفیاتِ قلبیہ کے اظہار کو قانونِ عشق سختی سے منع کرتا ہے۔

بھیکا بات اگم کی جو کہن سُنن میں ناں　　جو جانے سو نہ کہے، کہے سو جانے ناں

اور ہر مدّعی اپنے دعویٰ میں شہُودِ حق سے محجُوب ہے۔ اور جو بولا وُہ مارا گیا۔ اسی لیئے ہونٹ سینے، اور زبان گونگی کرنے کی ہدایات ہیں۔ حضرت اکبر الٰہ آبادی نے اس بات پر یُوں قدغن لگائی ہے۔

باطن میں اُبھر، کر ضبطِ فغاں، لے اپنی نظر سے کارِ زباں
دِل جوش میں لا، فریاد نہ کر، تاثیر دِکھا تقریر نہ کر

گرامی صاحب فرماتے ہیں جب کہ میرا حال یہ ہے تو پھر کیا کہوں۔

Marfat.com

نہ جبرئیل نہ حسانم و نہ جوہرِ فرد — مدیحِ خواجہ بخوانم کمالِ بے ادبی ست

یعنی نہ میں جبرئیلؑ ہوں کہ مامور من اللہ ہیں اور نہ مداحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ بن ثابت ہوں جن کو جبرئیلؑ کی تائید و حمایت حاصل تھی اور نہ جوہرِ یکتا ہوں۔ پھر مدحِ خواجہؐ میں کچھ کہنا چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے بلکہ سخت بے ادبی ہے۔ عارف شیراز شیخ سعدیؒ نے تو اپنے منہ کو ہزار بار مشک و گلاب سے دھونے اور پاکیزہ بنانے کے بعد پھر بھی یہی اعتراف کیا ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی زبان سے لینا ہی کمالِ بے ادبی ہے کیونکہ کما حقہٗ آپ کی صفت و ثنا ممکن ہی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر — من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

عبدِ ناقص اپنی عجمی زبان سے جو کچھ کہے گا ناقص و ناتمام ہی ہوگا۔ اور اس پر آفتاب کو چراغ دکھانے کی مثل صادق آئے گی۔ غالبؔ نے اسی لئے کہا ہے ؎

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم — کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

غالبؔ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی منقبت سے عجز و سکوت اس لئے اختیار کیا ہے کہ نبیِ اُمیؐ کے کمالات و صفات کا احاطہ ممکن نہیں۔ ان کی منقبت کا حق خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ادا کر سکتی ہے کیونکہ وہی علیم و خبیر خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفت و ثناء اور علوِ مرتبت سے واقف ہے کہ عنایتِ ازلی نے اُن کو کس شان سے نوازا ؎

تیرے مقام کا تو خدا ہی کو علم ہے — جنّت تو ہے جگہ ترے ادنیٰ غلام کی

ہماری جہت میں عجز و قصور ہی ہے پس شہپرِ نابینا ناقص و خام کا رسپہرِ حسن و خوبی کے مہرِ نیمروز کے متعلق جو کچھ کہے گا بے ادبی ہی ہوگی۔ اس اعترافِ عجز کی حالت میں عنایتِ ازلی سے ؎

سحر بگوشِ من آمد ندا ز حضرتِ قدس — کہ صدرِ بزمِ نبوّت یتیمِ مطلبی ست

Marfat.com

یعنی پچھلی رات حضرتِ قدس سے میرے معنوی کانوں میں یہ آواز آئی کہ صدرِ ایوان رُسل اور شمعِ بزمِ انبیاء بنو مطلب کا ایک یتیم ہے یعنی عنایتِ ازلی کا لاثانی شاہکار جن کی تعلیم و تربیت اِس عالمِ اسباب میں کسی نے نہیں کی۔ اگرچہ وُہ نبی الاُمّی ہیں لیکن بفضلِ خدا ؎

مصطفٰے آمد جنابِ امرِ کُن   آفتابِ بُرجِ علمِ مِن لدُن

جن کو عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہر چیز کا علم ہے اور وُہ علم الاوّلین والآخرین کے مالک ہیں۔ یہ کمالِ علم منجملہ مواہب کے ہے اور حدِ بشر سے باہر ہے کیونکہ اِس عطائے ربّانی کا تعلّق قلب و رُوح سے ہے۔ جس کے مُدرکات اِنسان کے ظاہری حواس اور عقل کے مدرکات سے بالکل ممتاز و الگ ہیں۔ یہ یتیم مطلبی جو عنایتِ ازلی کا مظہرِ اکمل ہیں اپنے آپ کو عبدہٗ و رسولہٗ فرماتے ہیں لیکن اُن کے علوِ مرتبت اور حدِ کمال کا اندازہ بشری طاقت کے امکان سے باہر ہے۔ چنانچہ حضرت سعدی شیرازیؒ جیسے عارف و رازداں یوُں فرماتے ہیں:۔

عرش است کمیں پایۂ زایوانِ محمدؐ   جبریلِ امینؑ خادمِ دربانِ محمدؐ
آں ذاتِ خُداوند کہ مخفی ست بعالم   پیدا و عیان است بچشمانِ محمدؐ
توریت کہ بر مُوسیٰؑ و انجیل بہ عیسیٰؑ   شُد محو بیک نُقطۂ فُرقانِ محمدؐ
از بہرِ شفاعت چہ اولوالعزم چہ مُرسل   در حشر زند دست بدامانِ محمدؐ
یک جاں چہ کند سعدیؔ مسکیں کہ دو صد جاں
سازیم فدائے سگِ دربانِ محمدؐ

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو گرامی کا صدرِ ایوانِ نبوت بنا کر یتیمِ مُطلبی کہنا ثابت و ظاہر کرتا ہے کہ اِمتیازِ بے سببی اور عنایتِ ازلی کا لاثانی مظہر اور اکمل و اتم شاہکار صرف آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

پھر فرماتے ہیں ؎

بحکمِ مرشدِ شیراز آتشے خواہم   کہ در صراحیِ چینی و شیشۂ حلبی ست

Marfat.com

یعنی مرشدِ شیراز کے حکم سے طلبگارِ آتشِ عشق ہوں۔ یہ کہاں سے ملے گی۔ سرمستانِ زلی اور بادہ کشانِ میخانۂ محمدی سے، جن کے قلوب کی مصفّٰے اور منزّہ صراحیاں عشقِ حقیقی کی سہ آتشہ شراب سے لبریز ہیں یا جن کے شیشہ ہائے دل انوارِ جلال وجمال سے مجلّٰی ہو کر مہرِ تاباں کی طرح درخشندہ ہیں۔ میں اُن کے دروازہ کا سائل ہوں اور جانتا ہوں کہ کریموں کے دروازہ کا سائل محروم نہیں رہا کرتا۔ مجھے آتشِ عشق اِس لیئے درکار ہے کہ ماسوی المحبوب جل کر خاکستر ہو جائے۔ میں شرابِ عشق اس لیئے چاہتا ہوں کہ "بے خودی ہی عشق میں مقصود ہے"۔ اور انانیّت کے بُت کو پاش پاش کرنا چاہتا ہوں۔ میں اُس آتشِ عشق ومحبت ومعرفت کا طلبگار ہوں جس سے عنایتِ ازلی نے قلبِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مزیّن فرمایا تھا جس سے علمِ اوّلین وآخرین منکشف ہوتے ہیں۔ یہ عقل کے بس کا روگ نہیں ؎

کتابِ عقل ورق در ورق فرو خواندیم تمام حیلہ فروشی ومدّعا طلبی ست

یعنی میں نے کتابِ عقل وخرد کو لفظاً لفظاً پڑھ ڈالا۔ پوست در پوست ہی پایا۔ مغز ومغز کا نام ونشان تک بھی نہ ملا۔ رندانِ لااُبالی کا یہ کہنا کتنا صحیح ثابت ہوا کہ حریمِ ناز تک پہنچنے کا کوئی راستہ عقل وخرد سے ہو کر نہیں گزرتا۔ رہ گذارِ فہم وسمجھ مدّعا طلبی اور حیلہ فروشی پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عقل کا مُدرک اور ہے اور قلب کا اور۔ ایک قوّت کا مُدرک دوسری قوّت کے مُدرک پر قادر نہیں ہو سکتا جس طرح سماعت وبصارت وغیرہ کے الگ الگ مُدرکات ہیں۔ قلب ورُوح کے مُدرک عقل سے بالکل علیحدہ ہیں۔ عقل سُود وزیاں کے پیمانوں سے جزا وسزا کی حقیقت سمجھاتی ہے جس سے دِل ودماغ کی بے چینی پیدا ہوتی ہے پس جب دل کا سُرور اور رُوح کا سکُون عقل وخرد سے حاصل نہیں ہوتا تو پھر فطرتاً انسان مایُوس اور نامراد ہو جاتا ہے اِس حالتِ نامُرادی میں بے سبب عنایت ازلی اِس کی دستگیری کرتی ہے جیسا کہ اکمل صُوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ بامراد شدند بحالتِ نامرادی۔ گرامی فرماتے ہیں:۔

دلیلِ عفوِ گنہ ہم سبب نمی خواہد عنائیتِ ازلی پردہ دارِ بے سببی ست

53310

Marfat.com

یعنی گناہوں کی عفو و بخشش کے لیئے سبب کی محتاجی نہیں ہے۔ عنایتِ ازلی اور فضلِ لامتناہی نے مجھ کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا اور بے سببی اور عنایتِ ازلی کے امتیاز کو کُل عالم میں آشکارا کر دیا۔ اِس لیئے کہ اس کا فضل و کرم کسی عِلّت کا محتاج نہیں ہے۔ رُومی صبُوحی سے عنایتِ ازلی کا سرور بادہ کشانِ محبت کو اِس طرح مِل رہا ہے ؎

بر بندہ ناگہانی کردی نثارِ رحمت　　جُز لطفِ بے حدِ تو آں را سبب نہ دیدم

اور جناب حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

سبب مپرس کہ چرخ از چہ سِفلہ پرور شد　　کہ کام بخشی اُو را بہانہ بے سببی ست

فیضانِ لامتناہی اور عنایتِ ازلی کے شواہد اِس کثرت سے ازل سے موجود ہیں کہ جس کو کسی طرح سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ مؤثرِ حقیقی صرف وُہی ہے۔ گرامی فرماتے ہیں۔ دوست کی نظرِ التفات کا کوئی سبب اور علّت نہیں ہے۔ ایک رُباعی میں لکھتے ہیں :-

در صُبحِ الست درس ما حق طلبی ست　　بر ما نگہ دوست سبب بے سببی ست
بر حکم و فن تختِ شہنشاہی ما　　فقر است کہ آں فخرِ رسولِ عربی ست

نگہِ دوست کی بے سبب مہربانی نے درماندگانِ بادیۂ عشق کی لاج رکھ لی۔ ورنہ عقل و خرد کی فرومائیگی اور تہی دستی نے لا کہہ کر میرے نازک دِل کو جو شیشۂ حلبی کے مانند ہے اور جس میں حقیقتِ ایمانیہ منعکس ہے توڑ ڈالا تھا ؎

ز حرفِ لا کہ ترا بر زباں رود بشکست　　دِلِ من است بہ پہلو کہ شیشۂ حلبی ست

تیرے اِنکار پر جو شکستگی مجھ میں پیدا ہوئی۔ اور تیرے اِس لفظ لا سے جو بے چارگی اور درماندگی مجھ پر غالب ہوئی اِس کا علاج عقل و خرد کے پاس تو تھا نہیں اس کے لیئے حضرت خواجہ حافظ کا مشورہ یُوں ہے :-

دوائے دردِ خود اکنوں ازاں مفرح جُو　　کہ در صُراحیِ چینی و شیشۂ حلبی ست

یہاں تیرے لُطفِ بے حد اور عنایتِ بے عد نے میری درمانی کی اور دستگیری فرمائی۔ اس شکستگیٔ دِل نے مجھے نگاہِ آئینہ سازیں عزیزتر کر دیا۔ یہ اس طرح کہ اِس شکستگی میں مجھے تُو نے نالہ ہائے نیم شبی عطا فرمائے جس پر تیرا نیم خندہ ظاہر ہُوا جس نے میری ظُلمت کو نُور سے اور میری شبِ فراق کو روزِ وصل سے بدل دیا۔

بہ نیم خندہ گرامی شبم بروز آورد کرشمۂ اثرِ نالہ ہائے نیم شبی ست

یہ ہے نالہ ہائے نیم شبی کا کرشمہ، یہ ہے بے سبب رحمت، یہ ہے تیری عنایتِ ازلی جو ہمیشہ سے رہی ہے پردہ دارِ بے سببی۔

"راہِ فردا" کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔ پہلے طبع شدہ تمام نسخے تقسیم ہو جانے کے بعد احبابِ شائقین کے اصرار پر حضرت سیّدی و مولائی کی اجازت سے حضُور کے دیرینہ غلام الحاج میاں محمد اصغر رئیسِ اعظم بہاول نگر نے اس ایڈیشن کی طباعت و اشاعت کا اِنتظام اپنے خرچ پر کیا ہے۔ اللہ کریم اُن کی یہ سعی مشکور فرما کر اسے باعثِ مقبولیت بنائے اور اجرِ جزیل دے۔ موجُودہ ایڈیشن میں جنابِ گرامی کا لکھا ہُوا مقدمہ بھی جو پہلے ایڈیشن میں چھپا تھا، شامل کر دیا گیا ہے۔

خاکِ پائے درویشاں

دُعاجُو: مُسلِم نظامی

اُردو منزل۔ پاک پتن شریف

ضلع ساہی وال

۱۱ ذی قعد ۱۳۹۱ھ

مُطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۷۱ء

Marfat.com

۷۸۶

منقبت حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب سند الموحدین

خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز

راہِ فردا میزند امروزِ من اے وائے من ‏ غوطہ در گردابِ امروزم خورد فردائے من

کلبۂ تاریکِ من منت کشِ خورشید نیست ‏ صبحِ محشر سایہ پروردِ شبِ یلدائے من

بر درِ حرف آشنایاں سر نمی آرم فرود ‏ کوسِ معنے زد ادب بر بامِ استغنائے من

ہستیٔ من مستیٔ منصور دارد در دماغ ‏ می چکد خونِ انا الحق از لبِ گویائے من

نفیِ اثبات مرا اثباتِ نفیٔ من دلیل ‏ معنیٔ لا جوش زد از جوہرِ الّائے من

ہاں بخود دار فتگاں از جادۂ برکردہ سر ‏ عشق عقل آموزِ من عقلِ جنوں فرمائے من

ذرہ سر جوشم وے دارم در آغوش آفتاب ‏ گردِ خود گردم بود مجنونِ من لیلائے من

ظاہر و پنہانِ من آئینۂ ناز و نیاز ‏ دست در آغوشِ وحدت پیکرِ جوزائے من

حلقۂ زنجیرِ من آویزۂ گوشِ جنوں ‏ داستانِ بیخودی افسانۂ سودائے من

من بدامانِ معین الدین حسن دستے زدم ‏ خواجۂ من سیدِ من خضرِ من مولائے من

گرمجوشی ہائے عشقِ خواجۂ بندہ نواز ‏ جلوہ ریز آمد در آغوشِ دلِ دانائے من

من بہشتِ نعیم با حور و غلمانم چہ کار ‏ نظم و نثرِ من بود غلمانِ من حورائے من

بادشاہم میکنم بر مسندِ دل ہا نشست ‏ کسوتِ خاکسترِ من اطلس و دیبائے من

حسرت اندر حسرتم امروز و فردایم مپرس ‏ می تراود خونِ امروز از رگِ فردائے من

طبعِ عرفی دگرامی خوردہ از یک دایہ شیر ‏ گفتۂ عرفیست اینک حجتِ دعوائے من

Marfat.com

"دُودمانِ عشق را از من گرامی تر نژاد   جوہرِ من کرد روشن گوہرِ آبائے من"
یا معیں می ریزد از ہر موئے دردآویزِ من   یا معیں می جوشد از ہر موجۂ دریائے من

مدح سر کردم گرامی خواجہ فرماید کہ ہاں
مدح سنجِ من گرامی شاعرِ یکتائے من

گرامی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہست کلیدِ درِ گنجِ حکیم!

راہِ[1] فردا میزند امروزِ من اَے وائے من
غوطہ در گرداب امروزم خورد فردائے من

افسوس حیاتِ دنیویہ من باحوالِ مذمومۂ خویش منافی فلاحِ آخرت ہست زیراکہ حیات حقیقیہ اُخرویہ دریں حیاتِ دنیویہ من موجود است چہ حیاتِ دنیویہ مادہ حیاتِ حقیقیہ ابدیہ ست بحکم الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ ارادۂ دنیا و آخرت از امروز و فردا ارادۂ مظروف بالظرف است تاکہ مقصودِ مبالغۃً ظاہر باشد۔

---

[1] راہِ فردا میزند امروزِ من اے وائے من غوطہ در گرداب امروزم خورد فردائے من

اَے وائے من امروزِ من بہ تعیّن خویش رہزن و منافیٔ ظہورِ فرداست و فردا را درتحتِ تصرّف خویش مے آرد۔ یعنے فردا درحجاب تعین امروز محجوب و مستور می شود۔ زیراکہ بحالتِ تعینِ امروز درغیب اطلاقِ فردا مضمحل و متلاشی و متّصف بصفتِ اطلاق و سریانِ مطلق در مقیدِ مسلّم است پس فردا عین امروز باشد یعنی فردائے مطلق متعین گشتہ بہ تعینے کہ موسوم است باسمِ امروز۔

و ازیں تقریر علو و رہبرنے امروز بر فردا ظاہر گشت۔ زیراکہ امروز صورت تعینِ زمانہ مطلق است و علوِ تعین بر متعین و پوشیدگیٔ متعین درتحت تعین ضرور یست چنانچہ (باقی زیرین صفحہ آئندہ)

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ در فصِ قدریہ می فرمائند کہ قضا حکمِ حق است بر اشیأ و حکمِ حق بر اشیا علیٰ حدِ علمِ حق باشد در اشیاء و علمِ حق در اشیاء ہماں باشد کہ اشیاء معلومہ بمقتضٰے اعیانِ ثابتہ فی انفسھا باشند۔ پس حکمِ حق بر اشیا نباشد الّا باشیاء مثلاً حکمِ حاکم بمطابق روئیدادِ مقدمہ باشد نہ کہ خلافِ روئیدادِ مقدمہ اگر خلافِ روئیداد باشد بظلم منسوب شود

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وجودِ حق در تعین عبدانی مستور است۔ کما قال العارف الجامی فی شرحہ للفصوص فی کلمۃِ الیوبیۃ۔ بنا بریں ثابت شد کہ امروز و فردا متغائر نیستند بلکہ یکیست از تعین متغائر گشتہ و متفارق از یک دگر۔

امّا نظراً الی نفس زمانہ۔ پس درمیانِ اجزاءِ امروز و فردا تفارق نیست بلکہ اتحاد است چنانچہ عند الفلاسفہ شائع است کہ انتقال روز بسوئے شب یا انتقال ساعتے بسوئے ساعت اخریٰ دفعتہً واقع می شود و تدریج را دریں انتقال دخلے نیست۔ زیرا کہ اجزائے زمانہ متصل باہم و متصف بصفتِ اتحاد و فصل مشترک یعنی امر فارق کہ بینہما واقع می شود او آنیست موہوم۔ پس ثابت شد کہ اتصال و اتحادِ زمانہ واقع و تفرق او موہوم۔ لہٰذا واضح گشت کہ امروز و فردا متحد ہستند و تغائر بینہما محض از وہم واہم۔

چوں مضمون تقریر فلاسفہ روز و شب متصف بصفتِ اتحاد و فصل مشترک و فارق بینہما امر موہوم) را بتقریر مذکورۃ الصدر (فردا عین امروز باشد یعنی فردائے مطلق متعین گشتہ بہ تعینے کہ موسوم است باسم امروز) منضم بکنیم روشن گردد کہ مراد از فردا زمانہ مطلق و ارادہ از امروز محض تعینِ موہوم۔

مراداً عنہ (از شاعر) میگویم (چنانچہ شعر آیندہ بسوئے ہمیں ارادہ ایمامی کند) کہ حیاتِ من بتعینِ خویش منافیٔ ظہورِ حیاتِ حقیقیہ است و حیاتِ حقیقیہ را در تحویلِ خویش مے آرد یعنی خود حیاتِ مطلقہ در تعین حیاتِ من مستور و محجوب می شود۔ زیرا کہ عند الصوفیہ ہویت حق عین جمیع موجودات است بلکہ خود ہویتِ حق است کہ متعین گشتہ بشانِ خاص متنزل گشتہ بتنزلاتِ کثیرہ (باقی زیرین صفحہ آیندہ)

Marfat.com

چنانچہ حق تعالیٰ می فرماید وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔ یعنی بر ایشاں کفر را مقدّر نہ کردم حتیٰ کہ منسوب بظلم باشم و باز از ان مطالبہ معاوضہ کفر کردہ موسُوم بظلّام شوم بلکہ ہرچہ می کنم بمقتضاء ایشاں می کنم ۔ چوں ایں حکمِ کلّی الٰہی در وقتِ خاص متعیّن کردہ شود و بخروج آید باسم قدر موسوم گردد ۔ چنانچہ در حدیث آمدہ کہ چوں نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم از

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مثلاً حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ در فص سلیمانیہ کہ حالا پیشِ نظر است می فرماید کہ حق تعالیٰ بقولہ لیس کمثلہ شیئٌ مثلیت را از نفسِ خویش نفی فرمود زیرا کہ مثلیت در غیرِ ثابت می شود و حال اینست کہ او عین کل اشیا است و بقولہ تعالیٰ وھو السمیع البصیر نفسِ خویش را متصف کرد بصفتے کہ عام می شود مر جمیع سامع و بصیر را از جنس حیوان و عمومیّت او بوجہی کہ افادۂ انحصار سمیع و بصیر در ذاتِ حق تعالیٰ می کند ۔

گویا مضمون آیۃ کریمہ ۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۞ ترجمہ ۔ ونیست این حیات دنیا مگر اشتغال متخیل و متوہم و مباشرت باطل و تحقیق دار آخرت البتہ حیات ہمین است ۔ کاشکے حقائق را فہمیدندے ۔ شاعر می گوید کہ اے وائے بر حالِ من کہ در حجاب انانیت ایں رمز حقیقت را نفہمیدم کہ حیاتِ دنیویہ من کہ حیات نیست بلکہ اشتغال متخیل و متوہم و مباشرت باطل است حجاب حیاتِ حقیقیہ آمدہ یعنی خود حیات حقیقیہ در حجاب تخیل و توہم محجوب گشتہ زیرا کہ مفہوم آیۂ کریمہ دلالت می کند بر حصر حیات در حیات آخرت کہ مقتضی است برائے ابطال تحقق حیات دُنیا ۔ یعنی بعد ثبوت حصر حیات در حیاتِ آخرت یقیناً حیات مغائرہ باطل است ۔ پس حیاتیکہ در نفوسِ خویش مے یابیم و نسبتِ او بسوئے خویش مے انگاریم او ہماں حیات حقیقیست کہ از ہمیں توہم نسبت محجوب گشتہ و متفارق چنانچہ قول حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ بریں معنی شہادت می دہد ؎ (باقی زیرین صفحہ آئندہ)

نزدِ دیوار قریب بانہدام بسُرعت گذشتند سوال کردہ شد کہ اهربتٌ من قضاءِ اللہ قال نعم انا هربتُ من قضاءِ اللہِ الیٰ قدرہٖ کہ یا رسُول اللہ صلعم از قضائے حق فرار می کنید ؟ بجوابش فرمُودند من از قضائے حق بسُوئے قدرِ او فرار می کنم دحکم کلّی او را بہ تعیّن می آرم یعنی قضائے اوعین قدرِ اوست ۔ پس ہمیں حکمِ کلّی حق عین حقیقتہ مستورہٴ قدر است

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۔ میانِ عاشق ومعشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خُودی حافظ ازمیاں برخیز

ونیز بقولِ جامی علیہ الرحمۃ ثابت است ۔
ہستیٔ تُست حجاب تو وگرنہ پیدا است
کہ بجز دوست دریں پردہ نہاں چیزے نیست

پس حیاتِ دنیا نہ حیاتِ حقیقی است و نہ حیاتیکہ در نفوسِ خویش مے یابیم بلکہ غفلت عن الحق وحجابِ انانیت را بدنیا تعبیر کردہ شدہ ۔

بقولِ حضرت مولینا رُوم رحمۃ اللہ علیہ
چیست دُنیا از خُدا غافل بُدن
نے قماش ونُقرہ وفرزندوزن

لہٰذا ثابت شد کہ حیاتِ موجودہ کہ در نفوسِ خویش مے یابیم عین حیاتِ حقیقیہ است وحیاتِ دنیا محض وہم وحجابِ انانیت است ۔ چنانچہ استشہاداً مکتوب شریف در ذیل منقول گشت ۔ من صحائف السلوک

نقل مکتوب شریف حضرت خواجہ مخدوم نصیرالدین محمُود چراغِ دہلوی قدس سرّہٗ

بنام یکے از طالبانِ حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

(باقی زیرین صفحہ آئندہ)

Marfat.com

چوں واضح گشت کہ حکمِ الٰہی تابع علمِ الٰہی است و علمِ الٰہی تابع معلومات است پس متحقق شد کہ تعیّنے کہ در علمِ الٰہی واقعہ گشت مستفاد ست از تعیّن اشیاء معلومہ کہ تعیّن آنہا بمقتضائے اعیانِ ثابتہ آنہا ہست نہ تعیّن اشیاء مستفاد از تعین علم حق است لہذا یَجْرِیْ قَضَائُہٗ عَلٰی قَدْرِہٖ لَاقَدْرُہٗ عَلٰی قَضَائِہٖ پس حجتِ حق بر مردم بالغ شد۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

رُباعی

خواہی کہ سخن زجانِ آگہ شنوی
واسرار درونئے شہنشاہ شنوی

گم گرد زخویش تا نو از ہستیِ خود
بیخود ہمہ انی انا اللہ شنوی

بداں ایدک اللہ تعالیٰ چوں شخصے فانی شود یعنی از انانیت بیروں آید و در ذاتِ باری تعالیٰ محو گردد صفتِ اتحاد حاصل آید۔ ندانی کہ ایں اتحاد ہمچو میانِ دو چیز بود کہ چوں ہر دو یکجا فراہم آیند گویند اتحاد است چنانکہ در آمیزشِ شیر و شکر باشد اگرچہ بظاہر ہر دو یکے شدہ امّا مغائرت باقیست وریغا۔ آں اتحاد آنست کہ در اصل آں ہر دو یکی اند نہ مغائر۔ ہمیں انانیت بود۔ چوں آں محو شد آں خود ہمہ یکیست۔ دریں مقام کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ درست آید۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ ترجمہ۔ ہر آنچہ بر زمین ست فانیست و ذاتِ حق باقیست آں ذات کہ صاحبِ عزت و بزرگیست۔

جواں مردا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقاً۔

ترجمہ "پس چوں رب او بسوئے جبل نمودار شد او را پارہ پارہ ساخت و افتاد بزرگ موسیٰ بیہوش شدیست

عزیز من وانی اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا چہ بُود

تحقیق من دیدم آتشے

فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیءِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ

باز چوں رسید موسیٰ بہ نزد آں ندا دادہ شد از کنارہ راست وادی در بقعہ (تختہ) بابرکت

(باقی زیریں صفحہ آئندہ)

افضل الشارحین مولانا نورالدین عبدالرحمٰن الجامی قدس سرہٗ فی شرحہ للفصوص
درہمیں فص می فرمایند کہ اگر گفتہ باشد کہ اعیانِ ثابتہ مع استعدادات خویش مجعولہ
حق ہستند لہذا حجت خلق برحق بالغ باشد۔

جوابش آنست کہ بیشک اعیانِ ثابتہ بمع استعدادات خویش مجعولہ حق ہستند
الا بایں معنے کہ اعیانِ ثابتہ از تجلّیاتِ ذاتیہ حق بغیر دخل وارادہ و اختیار علی الایجاب
فائز شدہ اند۔ لہذا نگفتہ باشد کہ چرا حق تعالیٰ ہم چناں ساختہ و اگر اعتراض کردہ باشد
کہ چوں اشیاء باعتبار اعیانِ ثابتہ از تجلّیاتِ ذاتیہ علی الایجاب صادر شدہ اند و صور
شیون حق ہستند پس عقوبات و مثوبات چرا بر اعمالِ ما مترتب گشتند۔
پس بجوابش گفتہ آید کہ چوں اعمالِ ما از مقتضیاتِ اعیانِ ثابتہ ما ہستند

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مِنَ الشَّجَرَةِ اَن یا موسیٰ انی انا اللہ رب العالمین ۵
از درختے بایں صورت کہ اے موسیٰ تحقیق من ہستم اللہ پرورش کنندہ عالمین۔
چہ بودے عزیزِ من وادیٔ ایمن سینۂ او بود و آں بقعۂ دلِ مبارکش و آں شجرہ جاں
عزیزش۔ و انی انا اللہ ثمر آں شجرہ است۔ پس بہ تحقیق ہمہ او بود نہ ایں۔
اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ هُوَ اللّٰهُ ازیں جا بدانی
اے برادر ہرگز ندانی کہ جبل کوہ سنگے بود و بیہوشی ازیں جہت بود۔ عزیزِ من شخصے کہ
کلامِ پاک حق بے واسطہ بشنود۔ طاقت نگہداشت آں دارد چگونہ وکالت سنگے او را بیہوش
گرداند۔ لیکن چنانکہ کلام با او بود تجلی ہم بر دل او بود۔ والسلام
چونکہ از بحث مذکور ثابت شد کہ انانیت فی حد ذاتہ قطعاً معدوم کہ منشاء مغائرت
است۔ و حیاتِ موجودہ عین حیاتِ حقیقیہ۔ یعنی حیات شئے واحد است کہ در حجاب انانیت
محجوب گشتہ۔ پس بر مطلع تفریع می کند۔

Marfat.com

ہم چناں مثوبات و عقوبات از مقتضیات اعمالِ ما ہستند بلکہ چیزے کہ از حق تعالےٰ باستعدادِ خویش طلب می کنیم او مارا بتقضائے جودِ مطلق خویش می دہد۔ پس بعد فہم تقریر مذکورہ معلوم شد کہ احوالِ مذمومۂ دُنیائے ما یقیناً موجب سوءِ آخرت است چوں بتقریرے کہ از فصوص و بعض شروح ہا مستفاد ہست معلوم شد کہ اعیانِ ما صورِ شیونِ ذاتیہ حق ہستند۔ و ایں وجود خارجی ما تنزلِ آں اعیانِ ثابتہ است پس معناً وجودِ ما عین حق است زیرا کہ صورت عین ذی الصورت باشد و وجودے کہ آں را متغائر حق وہم می کنیم محض وہم ست و امر معدوم۔

یا حل بیت بایں طریق است

افسوس امروز من بعدمِ قرارِ خویش راہِ فردا رامی زند یعنی امروز از فنا و عدم قرارِ خویش ظاہر می کند کہ فردا نیز منفی و غیر قار است۔ بیانش آنکہ امروز و فردا منجملہ اجزائے زمانہ ہستند و زمانہ امریست متصل کہ درآں انفصال ممکن نیست و مرکب است از آنات متتالیات و اجزائے غیر قارہ متصرمہ متجدّدہ کہ انتفاد تجدّد وصفِ ذاتی اوست۔

نیز زمانہ از اجزائے عالم بحالتے مرتفع نہ شود و اصلِ جمیع احوال و احکام عالم است اگر ارتفاع او را فرض بکنیم پس محالے کہ تداخل و جزءِ لایتجزے است ظاہر آید و تقدم و تاخر و قبلیّت و بعدیت مرتفع شود۔ لہٰذا فی کل حالِ سریانِ زمانہ در اجزائے عالم متحقق باشد۔ چوں زمانہ غیر قار است و ارتفاعِ او از اجزائے عالم در جمیع احوال ممنوع و صفت تجدد نیز موجود۔ پس بناءً علیہ انتفاء امروز یقیناً مشعر ظہور فردا علی سبیل الاتصال باشد کما قال اللہ تعالیٰ تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل۔

یعنی تو شب را در روز مے آوری و روز را در شب بلا انفصال۔ چوں فردا

Marfat.com

درمقامِ امروز ظہور یافت۔ پس مثل او منقضی باشد و در گرداب ہلاکت گاہِ امروز مستغرق گردد۔ مراد از امروز و فردائے من ثبوت و فنا من است یعنے ثبوتِ من بانتفائے ذاتی خویش دلیل تحقق فنا است۔ زیراکہ نفی ثبوت عین تحقق فنا است من غیر فرقٍ یعنے ثبوت و فنا نقیضین ہستند و رفع نقیضے عین تحقق نقیض آخر است۔ پس ثبوت من بانتفاء خود دلیل تحقق فنا شد۔ چوں ثبوت رفع شد و فنا جانشین او گشت پس مثل ثبوت در گرداب ہلاکت مستغرق باشد۔

چنانچہ گرامی می گوید ؎

بود و نبود ما ہمہ ہیچ است اے حکیم　　　یعنی بشاخِ شعلہ بود آشیانِ ما

لہٰذا ثابت شد کہ ثبوت و فنائے من چیزے قابلِ ذکر نیست کما قال اللہ تعالیٰ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝

یعنے آیا بر انسان وقتے از زمانہ آمدہ کہ چیزے قابلِ ذکر نبود پس بظہور آمد و سمیع و بصیر گشت و باز در مقامِ دیگر فرمود حق تعالیٰ۔ اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۝ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ در فص شعیبیہ در تفسیرِ ایں آیۃ می فرمائند کہ مراد از جعل ضعف و شیبہ ردّ بسوئے ضعف اصلیست و مراد از ضعف اصلی ضعفیست کہ دراں شیخ و طفل در حکمِ واحد ہستند۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ در شرح می فرمائند" نہ آں ضعف کہ شیخ بعد قوۃ بسوئے او مردود می شود و طفل را با وجود ایں ضعف قوی نتواند گفت بلکہ آنست کہ ازاں فعل و تاثیر اصلاً متصور نیست" و ردّ بسوئے ضعفِ اصلی اخذ کردہ شد از آیۃ کریمہ۔ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۝ چوں در اوّل قابلِ ذکر نہ بود و در کتمِ عدم بود و بعدہٗ در ظہور آمد و باز بسوئے اصلیت ردّ کردہ می شود پس وجودِ ممکن من کہ بین العدمین

است عدم باشد لِاَنّ الوجود بین العدمین عدمٌ۔

پس شاعر اول عدم قرارِ زمانہ را کہ مقدارِ حرکتِ غیر قارہ است یا نفسِ حرکت است و حرکتِ مُحدّد و محیطِ عالم است ظاہر می کند تا کہ علیٰ ارادۃ المظروف بالظرف اِنتفائے عالم در غائت ظہور مبرہن شود۔ و مصداقِ کُلُّ شَیئٍ ھَالِکٌ اِلّا وَجھَہٗ بیّن و ہویدا۔

چوں ثابت شد کہ وجُودِ عالم کہ بین العدمین است عدم است پس نیست موجُود حقیقۃً الا الحق۔

فائدہ

شاعرِ موہوب علیہ بر طریق علیین اولی الالباب ادب را ملحُوظ داشتہ وشان وقایہ را لباس خود ساختہ ترنم وحدت الوجود می کند۔ کما قال افضل المحققین الشیخ الاکبر فی فص شیثیۃ در تفسیرِ آیہ کریمہ وَاتقوا ربکم الذی خلقکم الآیۃ فکونوا وقائیۃ الحق فی الذم واجعلوہ وقایتکم فی الحمد تکونوا اُدَباءَ عالمین (یعنی) شما وقائیہ حق تعالیٰ شوید در ذم و اورا وقایہ خود سازید در حمد یعنی ذم بطرفِ خود منسُوب کنید و مدح بطرفِ حق تعالیٰ تا شما عالم باشید صاحب ادب یعنی عارف باشید بایں حقیقت کہ وجود واحد است۔ زیرا کہ ایں عِلم و عرفاں در قلب پیدا نمی شود مگر بہ تزکیہ نفس و تصفیۂ قلب وظاہر است کہ ایں بغیر سلوک طریق و مجاہدہ متصوّر نیست و مجاہدہ ہمیں است کہ خود را معدن نقائص شمردہ و تصوّر کردہ حق تعالیٰ را مجمع صفات کمال داند تا اصلاح و تخلق باخلاق اللہ درست آید۔ چنانچہ شیخِ اکبر علیہ الرحمۃ در حکمۃ احدیہ فی کلمۃ ہودیۃ می فرماید کہ ہٰذہ الحکمۃ الاحدیۃ من علم الارجل یعنی شہود ایں حکمۃ احدیۃ از سلوک طریق و بالعمل ثابت می شود

Marfat.com

واشارہ می کند باین معنے قول حق تعالیٰ۔ لو اَنَّھُمْ اقاموا التوراۃ والانجیل وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِن ربھم لا کلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم یعنی وے اگر بر تورات وانجیل و دیگر کتب منزلہ عمل کردندے البتہ غذا یافتندے از فوق وتحت پائے خویش وہمیں از تحتِ پائے خویش غذا یافتن مراد از عِلم ارجل است یعنی ذوقِ شہودِ احدیّت کہ بعد عمل پیدا می شود زیرا کہ من عمل بما علم علمہ اللہ علم مالا یعلم قولہ تعالیٰ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ؕ ازہمیں اتقا وادب ثابت است یعنے نسبتِ عبُودیّت کہ از اعتبار عبد ومعبود پیدا می شود بغیر ادب واتقا متحقق نیست و ہمیں عبُودیّت منشا عرفاں وشہود احدیت است۔ بلکہ عبادت در معنی معرفت مستعمل می شود۔ چنانچہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ در تفسیر لیعبدون می فرمایند اے لیعرفون۔

ان قلت۔ چوں ہمہ حق شد وغیر نماند پس مغائرت مسلّمہ در خالق ومخلوق بچہ طریق منصوّر شود۔

قلنا۔ اوّل تحقیقِ عالم باید کرد کہ چیست۔ ہاں عالم بالنسبت الی الحق مثل ظِلّ بالنسبت الی الشخص است وظِلّ در وجودِ خود تابع شخص باشد وبغیر شخص ظہور و وجودِ ظِلّ منفی ومعدُوم وچنانکہ برائے ظہوُرِ ظِلّ وجودِ شخص ضروریست ہم چناں برائے امتدادِ ظِلّ مقام امتداد لابداست پس برائے ایں ظِلِ الٰہی کہ عالم است وجُودِ حق ضروریست وبغیر وجُودِ حق عالم معدُوم ونیز برائے امتداد ایں ظِلِ الٰہی مقامِ امتداد ثابت ومقامِ امتدادِ ظِلِّ حق تعالیٰ اعیانِ ثابتہ ہستند ووے از حضرت عِلم بطرفِ وجُودِ عینی ظہوُر نہ کردند وبُوئے وجُودِ خارجی نہ نشمیدہ۔ کما قال الشیخ فی فص یوسفیہ۔

Marfat.com

وچوں مقامِ امتداد در خارج معدوم است پس ظلیکہ دراں ممتد گشتہ
او را بچہ طریق موجود فی نفسہ گفتہ آید۔

نیز ظلّ بوجہ عدم انعکاس شعاعِ آفتاب پیدا می شود پس امر عدمیست
واز وجودِ شمس ظاہر شدہ چنانچہ نور بظلمت واضح ولائح می شود لان الاشیا
تُعرَفُ باضدادہا۔

چنانچہ مولانا رُومؒ می فرماید :۔

ہر چہ جز آں وجہ باشد ہالک است ۔ ملک مالک عکس آں یک مالک است
گرچہ سایہ عکس شخص است اے پسر ۔ ہیچ از سایہ نہ تانی خورد بر
ہیں ز سایہ شخص را می کُن طلب ۔ در مسبّب رَو گذر کُن از سبَب

علاوہ ازیں عالم صورِ منعکسہ اعیانِ ثابتہ در آئینہ وجودِ حق ہستند یا صورتِ
حق کہ واحدہ است در آئینہ اعیانِ ثابتہ کہ مختلف الاستعداد ہستند منعکس شدہ
بر ہمیں اختلاف استعداد تفاوت در صور عالم واقع شدہ نہ کہ صورتِ حق کثیر و
مختلف است پس بر اہل تحقیق ظاہر و واضح است کہ صورتِ منعکسہ در آئینہ
موجود ست وہم معدوم ثابت است وہم منفی کمانی بعض مقامات الفصوص زیراکہ
صورتیکہ در مرآۃ منعکس شدہ موجود باشد بوجود معائن و معدوم باشد فی نفسہ لہذا عالم موجود
است بوجودِ حق و معدوم است باعتبارِ نفس ذات بحیثیکہ موجود باشد عین حق است
و باعتبار یکہ معدوم ست جُدا از وجودِ مطلق متصوّر است و نیست محتاج بسوئے وجود
در انعدام خود پس دعوئے من ہمیں بُود کہ عالم عین حق است من حیث الوجود نہ من
حیث العدم کہ مغائرت از ہمیں عدم متفرع و منتزع توانیم کرد۔ پس مغائرت
خالق و مخلوق ثابت ماند۔ چنانچہ از شعر آئندہ مضمون مغائرت عالم للحق تعالیٰ
مترشح می شود۔ زیراکہ ظلمت در اصطلاحِ تصوّف عبارت از عدم و نور مُراد

Marfat.com

از وجود است۔

کلبۂ تاریکِ من منّت کشِ خورشید نیست[1]
صبحِ محشر سایۂ پروردِ شبِ یلدائے من

یعنی کلبۂ تاریکِ من کہ طالبِ عدم است بالذات در عدمیت خود منت کشِ خورشید کہ عبارت از وجود است نیست بلکہ نمائز و ظہورِ صبحِ محشر از شبِ یلدائے منست یعنی ظہورِ وجود از معدوم شدن من است۔ یا بایں طریق باید فہمید کہ وجود ممکن من متوہم است و اصلے ندارد بلکہ علے تقدیر تجرد از وجود ماہیتِ ممکنہ (چوں در قرآنِ عزیز وارد شدہ: ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً) مثلِ عدمِ محض است۔ اگر فی نفسہ وجود داشتے باعثِ عرفان وجودِ حق نگشتے زیرا کہ نور از نور معروف نمی شود بلکہ نور از ظلمت شناختہ می شود (تعرف الاشیاء باضدادھا) چنانچہ براں دلیل واضح موجود است کہ ظہورِ صبحِ محشر کہ دراں وجودِ حق در غائت ظہور جلوہ نماید بعد از فنا شدن منست۔

---

[1] کلبۂ تاریکِ من منّت کشِ خورشید نیست صبحِ محشر سایہ پروردِ شبِ یلدائے من
یعنی انانیتِ من قطعاً معدوم است کہ در سایۂ ظلمت ہمیں انانیت کہ دراں شائبۂ نور یعنے وجود نیست صبحِ محشر پرورش یافتہ۔ پس ثابت شد کہ حیاتِ دنیویہ عین حیاتِ اُخرویہ است لہذا نسبت امرے بسوئے حیاتِ دنیویہ عین نسبت بسوئے حیاتِ اخرویہ باشد۔ وسُورِ دنیا عین سوءِ آخرت ÷ چوں تاسف خوردن بر اعمالِ خویش مشعرِ ندامت کہ اصل ایں ندامت علم و عرفان معاملہ و ثمرش رفعِ ظلمتِ عصیاں کہ موجبِ انکشافِ حقائق و جلاءِ قلب و عرفانِ حق بود پس می گوید۔

Marfat.com

لیکن مفہومے کہ از شعر متصل اخذ کردیم مفہوم اوّل نیست مفہوم آخر است کہ معتبر می شود نزدیک اہل اشارت۔ و مفہوم اول کہ دراں شان اتقار الحاظ داشتہ این است۔ کہ کلبۂ من بارتکاب معاصی بحدے تاریک شدہ کہ دراں استعدادِ قبولِ نورِ ہدایت باقی نماندہ حتیٰ کہ قیامِ قیامت وظہورِ صبحِ محشر ہمیں ظلمت وعصیانِ من علّتِ تامہ است۔ مگر شاعرِ محقق از مفہوم اوّل۔ اعراض کردہ استغنائے خویش ظاہر می کند۔ زیرا کہ اعتبار مفہومِ آخر حاوی است مرجمیع مفاہیم را کہ از وجوہ احتمالات الفاظ مفہوم می شوند۔ و نیز محصور ماندن در کسوت الفاظ کار ظاہر بیناں وکوتاہ نظران است کہ مخاطب شدہ اند بخطاب بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۵ وموجب تفرقہ وتشتتِ بال کہ منافی جمعیت و توحید است۔ چوں رفع کردن تفرقہ وانتشار قلبی اقصے مقاصد ومنشاء ایمان وعلم حقیقیست ووقوف برآں تفرقہ عین جہالت بود پس اختیار کردن مفہوم ثانی و اعراض کردن از مفہوم اوّل ضروریست۔ لہٰذا بنظرِ تحقیر و مذمّت وبغرض رابطہ شعر اوّل وآخر می گوید۔

بردرِ حرفِ آشنایاں سرنمی آرم فرو ؎ کوس معنی زد ادب بربام استغنائے من

؎ بر درِ حرف آشنایاں سرنے آرم فرود کوسِ معنے زد ادب بر بامِ استغنائے من
یعنی دریغا از مضمونِ اشعار مذکورہ بالا ایں نہ باید فہمید کہ در ظلمتِ عصیاں مہجور ومحجوب عن الحق ہستم ومتبع اہلِ ظاہر کہ مخاطب شدہ اند بخطاب يعلمون ظاهرًا من الحياة الدنيا و هم عن الاخرة هم غافلون ۵ یعنی وے میدانند ظاہر از حیاتِ دنیا وہمین اند کہ از آخرت غافل ہستند بلکہ تائب ہستم کہ درشان او التائب من الذنب كمن لا ذنب له ۵ واقع گشتہ ومتبع اہلِ تحقیق کہ درشانِ آنہا تنزیل (باقی بر صفحہ آئندہ)

یعنی بر درظاہر بیناں کہ امورِ بے معنی و غیر مستقلہ را راس العین خویش قرار دادہ اند سر نخو درا فرو دمے آرم و از اطاعتِ ایشاں مستغنیم بلکہ بربامِ استغنائے من ادب (علم و معرفت کہ بآں از جمیع اقسام خطیات و زلات محترز باشیم) کوس معنی رامیزند بلکہ براوج اتباع اہلِ تحقیق کہ موجبِ استغنا و غیبوبت از ماسوے اللہ کوس حقیقتہ و معنی رامیزنم پس ثابت شد کہ ہمیں مفہوم آخر ما شیر الیہ و معنی حقیقی از اشعار متذکرہ بالامراد و مطلوب است۔

چوں اطلاع علی الحقائق و معنے و لب اشیا رسیدن بجز ذوق و وجدان و معرفتِ نفس کہ موجبِ معرفت حق است و معرفتِ منشار استغنا از ماسوا اللہ ممکن نبود و در شعر اول بالاجمال بود ایں معنے لہذا در بیتِ آئندہ بالتفصیل فی الجملہ بیان می کند و نیز دلیل بر دعوئے خویش کہ عالم عین حق است من حیث الوجود ظاہر می کند۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔
آں مرداں کہ غافل نکند ایشاں را تجارت و نہ بیع از ذکرِ خدا
موجود است کہ اتباعِ ایشاں موجبِ استغنا عن ماسوار اللہ و قرب و محبت حق است چنانچہ آیۂ کریمہ تقاضا می کند۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۚ (پس اتباع مرا بکنید حق تعالیٰ شمارا محبوبِ خویش گرداند) پس من باتباعِ شاں مقرب و محبوبِ حق ہستم نہ کہ مہجور۔ و در حدیث شریف آمدہ مَنْ ذَكَرَنِيْ فَاَنَا جَلِيْسٌ لَهٗ۔ چوں از لوازم محبوبیت حق انکشاف حقائق و عرفان و قرب حق بود لہذا بعضے از اسرارِ محبوبیت ظاہر میکند (۲ے) ادب را در مقابل حرف کہ بر معنی فی غیرہ دلالت دارد و فی نفسہ غیر مستقل و بے معنی می باشد آوردن از حسن کلام شاعر آتش زبانست کہ محتاجِ بیان نیست ؎
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب ۱۲ منہ

Marfat.com

ہستیٔ من مستیٔ منصور دارد در دماغ — می چکد خونِ انا الحق از لبِ گویائے من[1]

یعنی نفسِ من کہ آگاہ ہست بر حقیقتِ خود مستی و ذوق و از خود رفتگی مشابہ بمنصور کہ مراد از معرفتِ حق و اطلاع علی حقائقِ اشیاء است در دماغ دارد زیراکہ اطلاع علی حقیقتِ نفس مُوجب اطلاع علی حقائقِ اشیاء و معرفتِ حق است لِاَنّ من عرف نفسه فقد عرف ربه و چوں در قلب معرفتِ حق پیدا شد پس گنجایش شئے دیگر نماند و بریں شاہد است کہ خونِ انا الحق یعنی خونیکہ دراں انا الحق مرقوم و منقوش است از لب گویائے من می چکد لہٰذا مستیٔ خود مجبور ہستم۔ باخذ مفہومِ ثانی و آخر و معذور ہستم از اتباعِ اہلِ ظاہر و صاحبانِ مفہومِ اوّل :. و نیز حل بیت بایں طریق است کہ وجودِ من متکیف است بکیفیت منصور زیراکہ من عین حق ہستم من حیث الوجود۔

---

[1] ہستیٔ من مستیٔ منصور دارد در دماغ — می چکد خونِ انا الحق از لب گویائے من

یعنی ہستیٔ من مستی و ذوقِ منصور در اصل خود می دارد چنانچہ از زبانِ حال و مقالِ من خونِ انا الحق می چکد۔ و ہم ایں راز در مکتوب شریف ظاہر فرمود کہ آں شجرہ جانِ عزیزش دانی انا الله ثمرآں شجرہ۔ پس بہ تحقیق ہمہ او بودند ایں الفقر اذا تم هوالله ازیں جا بدانی۔

اگر حق تعالیٰ عین جمیع موجودات نبودے رجوع کل اشیاء بسوئے حق تعالیٰ بچہ طریق درست آمدے زیراکہ رجوع متصوّر نیست الا باز گشتن چیزے بسوئے اصل خویش کہ ازاں خروج کردہ بُود۔ و بیش از رجوع دلیلی واضح بر عینیت حق مر جمیع موجودات را چہ باشد۔ بحالیکہ ایں آیۃ بِلّینه رجوع در ہر چیزے موجود است۔ چنانچہ میگوید۔

درچکیدنِ خونِ انا الحق نظرسیت زیراکہ چکیدن خونِ انا الحق برائے نفی انا الحق موزون است وشاعر ایں جا مضمون ثبوت آوردہ چنانچہ استناد بقصہ منصور گرفتہ پس صحتِ دلالت ایں الفاظ برمعنے مقصود مطابقۃ متحقق نیست الابنظر توجیہہ ضعیف۔ کما لایخفی علیٰ من لہ ذوق البلاغۃ۔

چوں کلام بہ انا الحق رسید کہ مترادف است با نا موجودٌ۔ ودر تقریر سابق ثابت شدہ کہ من ہم معدوم ہستم پس عدم ووجود در شئے واحد کہ جمع بین النقیضین است بچہ طریق متصوّر گردد پس ایں مضمون را بیت مذکورہ ذیل واضح می کند[1]

نفی اثبات مرا اثبات نفی من دلیل　　　معنئے لا جوش زد از جوہر الّائے من

یعنی وجودِ من کہ ممکن است بالذات قابل عدم است زیراکہ مراز نفی باثبات آوردہ شد وچیزے کہ از نفی باثبات آمدہ باشد دراں نفی مرکوز باشد پس در اثبات من نفی ہویداست۔ بلکہ اطلاق اثبات نمی شود مگر براں معنئے وجودی کہ دراں استعدادِ قبولِ نفی باشد لہٰذا وجودِ من دال شد بر عدم من۔

تقریرِ ثانی

اثبات من نفی را تقاضا می کند ودلیل بریں تقاضا اثبات نفی منست

---

[1] نفی اثباتِ مرا اثبات نفی من دلیل　　　معنئے لا جوش زد در جوہر الائے من

یعنی دلیلِ رجوع من بسوئے اصل خود اثباتِ من است ہم چناں کہ معنئے لا درالا جوش میزند۔ یا ہم چنانکہ ذاکر بہ کلمہ لا الٰہ نفی اثباتِ خویش وبہ الا اللّٰہ اثبات وجودِ حق می کند۔ پس بنظر شہود خود را عین حق مے بیند۔ پس ہمیں اثبات من کہ بہ الا اللّٰہ واقعہ گشتہ دلیل روشن است بر رجوع من بسوئے اصل خویش ۱۲ منہ

Marfat.com

زیراکہ نفی اثبات واثباتِ نفی نقیضین ہستند. وتحقق احد النقیضین ضروریست۔ چوں
از نفی اثبات کہ خود اجتماع النقیضین است انکار کردہ باشد تحقیق نقیضِ آخر
کہ اثبات نفی است ضروری شد۔ پس اثبات در نفی پیدا شد کہ ایں ہم اجتماع النقیضین
است۔ وچیزے کہ محال را مستلزم باشد استحالہ آں ضروریست پس اثبات نفی رفع
شد لہذا نفی اثبات کہ نقیض اثباتِ نفی ست ظاہر و پیدا باشد و اعتراض بدستور
سابق قایم باشد بر نفی اثبات من۔

در رفع ایں اعتراض بایں صورت متصوّراست کہ ماہیہ ممکنہ بحالتِ تجرّد
عن الوجود والعدم باستعداد ذاتی خود علی التساوی وجود و عدم را مے خواہد وقتے کہ
متّصف شد بصفتِ وجود قابلیت او مرعدم را نیز باقیست و وقتے کہ متصف باشد
بصفتِ عدم استعداد بسُوئے وجود ہم باقی باشد۔ زیراکہ تقاضائے عدم و وجود لازم
ذاتِ اوست۔ ولازمِ ذات بحالتے مرتفع نشود لیکن بوقتِ وجود عدم بالفعل نباشد
ہم چناں بوقتِ عدم وجود بالفعل نبود بلکہ بالقوۃ۔ پس اجتماع نقیضین مرتفع شد۔
زیراکہ تحقق احد النقیضین رافع باشد مرصورت فعلی نقیض آخر را نہ صورت استعدادی
را چنانچہ نابینا آنرا گویند کہ درشان او بینائی باشد۔ پس نابینا کہ نقیض بینا است رفع
میکند بصارت بالفعل را نہ کہ استعدادِ بصارت را ہمچناں وجود من رفع میکند۔ عدم
بالفعل را نہ استعداد عدم را کہ بالقوۃ است پس ثابت شد کہ اثبات من مستعد است
برائے انتفاء ومثالِ ایں در الفاظ ہم موجود است۔ چنانچہ الا کہ برائے اثباتِ نفی
مے آید در آں لا صورۃً ومعنےً موجود است۔

نیز الا در کلمہ طیبہ برائے اثبات مجمع صفاتِ کمال آمدہ و کمال در ہمیں است
کہ وجود ماسوا اللہ تعالیٰ قطعاً منتفی باشد ورنہ کمال بہ نقصان متبدل گردد۔ عیاذاً
باللہ منہ پس اثبات وجود حق بالذات مقتضی شد برائے انتفائے وجودِ آخر پس

Marfat.com

الاّ در کلمهٔ طیّبه که مفید اثبات است هم جامع شد معنئ لا را۔

بلکه معجزهٔ پیغمبر صلعم حجت باهره است بر این معنے که نفی و اثبات در عین واحده فعلاً موجود است چنانچه کمر مبارک آں صلعم بکمر بند لبسته شد لیکن کمر بند بیروں آمد از کمر مبارک بحالیکه جسدِ مطهر آں صلعم بچشم سر دیده می شد۔

واضح باد که جمع بین النقیضین یکے از مظاهر حق است زیرا که حق تعالیٰ جامع است قهر و عنایت را و تنزیه و تشبیه را یعنی تنزیه را باطناً و تشبیه را ظاهراً بحالیکه عین واحده دارد من کل الوجوه چنانچه می فرماید او تعالیٰ لیس کمثله شیءٌ وهو السمیع البصیر یعنی نیست مثل او کس بحالیکه سمیع و بصیر هم اوست اگر کاف را زائد نه تصوّر کرده باشد پس جزوِ اوّل آیهٔ کریمه جامع تنزیه و تشبیه است۔

لهذا شجر قیاس معترض به نیروئے ایں حجج قاطعه از بیخ و بُن بر کنده شد

چه بلیغ تر کلام است که در هیئتِ ترکیبیه کلام اثبات را اندر نفیین آورده تا که اثبات بین النفیین منتفی تصوّر کرده باشد زیرا که اثبات بین النفیین طرفِ هر دو نفی باشد و طرف نفی هم نفیست پس ثابت شد که اثبات نفی را مے خواهد بلکه اثبات در حکم نفیست۔

چوں ذاکر به تیغِ لا هستئ خویش را نفی کرده در اثبات وجودِ حق مستغرق گشت و در شوق و محبتِ او فنا گشته ناظر جمال آں جهاں آرا شد پس از وهم خودی جدا شد که بےخودی لازم اوست۔ چنانچه حضرت مرشدنا شیخ محمد چشتی رحمة الله علیه در چهل رسائل می فرمایند که عشق وقتے درست گردد که اعتبارِ عاشق و معشوق مرتفع شود ؎

زدریائے شهادت چوں نهنگ لا برآرد سر
تیمّم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

چوں تناقض هم باقی بود لهذا برائے رفع ایں تناقض می فرماید۔

Marfat.com

ہاں بخود وا رفتگان از جادہ برکردہ سر — عشق عقل آموز من عقل جنوں فرمائے من

یعنی اے از خود رفتگان عشق عقل آموز من و عقل جنوں فرمائے من با وجود

منافات خویش از یک جا سر برآوردہ اند۔

اوّل تفسیر عشق و عقل باید کرد تا کہ مفہوم شعر در ذہن بآسانی راہ یابد۔

اما العشق فلہ تفسیران۔ الاوّل منہما عشق اولاً بچیزیکہ معتبر می شود او وصف

عاشق شدن و معشوق شدن است بغیر اعتبار ظہور و بطون کما فی الحدیث القدسی

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ۔ یعنی

محبت حق تعالیٰ بعرفان خویش قبل از تعین عاشق و معشوق بودہ کہ دراں اعتبار

ظہور و بطون نیست پس معلوم گشت کہ وصف عاشقیت بایں جہت معتبر گشتہ کہ او

ظاہر شدہ۔ و وصف معشوقیت بایں اعتبار معتبر شدہ کہ او پوشیدہ گشتہ و در ہر دو

فرقے نیست۔ و نیز ازیں مفہوم ثابت شد کہ وصف معشوقیت بایں جہت معتبر است

کہ او ظاہر گشتہ پس او عاشق است و وصف عاشقیت بایں وجہ معتبر است کہ

باطن است پس او معشوق است و در ہر دو فرقے نے۔ برہمیں راز لطیف حدیث

قدسی شاہد است کہ بکسے کہ محبت می کنم و کسے را کہ قتل می کنم خوں بہائے او بذمہ

منست و خون بہائے کسے کہ بذمہ منست من خود خون بہائے اوستم ؎

خونِ من گر ریخت در کوئت چہ باک — خوں بہائے ماست اندر کوئے او

ایں عبارت از رسالہ سی و ششم منجملہ چہل رسائل حضرت خواجہ مولٰنا و مرشدنا

حضرت شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ استنباطاً نقل کردہ شد۔

والثانی در مکاشفۃ القلوب اختصاراً عن مکاشفۃ القلوب الکبریٰ آوردہ شد۔

الحب عبارۃٌ عن میل الطبع الی الشئ الملذ فان تاکد ذالک المیل

وقوی سمی عشقا فیجاوز الی یکون رقیقا الی محبوبہ و ینفق ما یملک لاجلہ

اما العقل فهو ماخوذٌ من عِقال البعیر یمنع ذوی العقولِ من العدول عن سواء السبیل ۔ وفی الاصطلاحِ نورٌ فی القلب یعرف الحق والباطل (عن تعریفات السید الشریف)

چُوں ثابت شد کہ عشق وصفِ عاشقی و معشوقی بغیر اعتبار ظہور و بطون قبل از تعیّن عاشق و معشوق است و موجبِ تخلیق عالم کما فی الحدیث القدسی المذکورة و نیز اوّل المخلوق عقل است کما ثبت فی محلہ پس بنائے علیہ عشق آموزندۂ عقل است و نیز بہ تحقیقِ مذکورہ بالا متحقق گشتہ کہ عقل می شناسد حق و باطل را و مانع عدول عن سواء السبیل است و نیست سواء السبیل عند العقل مگر طریق موصل الی العشق لان کل شئی یرجع الی اصلہ پس ثابت شد کہ عقل جنوں فرماست ۔

و ایں واضح است کہ عشق حکمِ جنوں می دہد و نیز منکشف گشتہ کہ عقل جنوں فرماست پس ثابت شد کہ عشق و عقل متحد و دریکجا جمع ہستند علی اتحاد العلة بالمعلول بجالیکہ طرفین باہم منافات دارند فی الظاہر چونکہ موجود گئے قاعدہ استحالہ اجتماع النقیضین ایں منافات بینہما ناشی از وہم بود لہذا عشق و عقل حقیقةً درحکم عین واحدہ شدند زیراکہ عقل از دریائے عشق نمودار شدہ و ہمچناں اثبات من ازنفی یعنی وجود من ازعدم ظاہر گشتہ و اثبات ازنفی می برآید مگر باجرائے نفی برنفی ۔ لہذا اثباتِ من مرکّب شد از دو نفی پس اثباتِ من عینِ نفی شد و عین نفی عین اثبات و درہر دو فرقے نیست ۔

چوں ثابت شد کہ عشق و عقل و نفی و اثبات درحکمِ واحد ہستند و ذاتِ حق جل شانہ و عز برہانہ وجود خالص است کہ درمقابل او عدم محض است ۔ لہذا نیست وجودِ من عینِ حق الا علی سبیل الانعکاس یعنی چوں نفی برنفی جاری بود اثبات ظاہر شود ۔ و اثبات استعداد و قبولِ وجود را گویند و بر ہمیں تقدیر اعیان ممکنات را بہ ثبوت متّصف کردہ اند کہ آناں بوجود عینی موجُود نیستند بلکہ مستعد ہستند برائے انعکاس

وجودِ حقیقی بکمال رسید پس وہمیکہ از شعر ہستے من مستیٔ منصور دارد و در دماغ الی آخرہ پیدا می شود کہ من عینِ حق ہستم و موجود ہستم بوجودِ حقیقی رفع شد و ہم واضح گشت کہ چیزے نیستم و قدرے ندارم و ہم باقدر ہستم چنانچہ بقولِ حضرت مُرشدنا و مولٰنا و مخدومنا حضرت شیخ نصیرالحق والدین چراغِ دہلوی قدس سرہٗ ثابت است ؎

بیکارم و باکارم چوں مد بحساب اندر | گویائم و خاموشم چوں خط بکتاب اندر

ونیز بقولِ گرامی ؎

درکشمکش لائیم در جذبۂ الّائیم | ہیچیم و ہمہ مائیم چُوں عکس بآب اندر

بعدہٗ باید فہمید کہ کلام شاعر ممدوح بمقامِ آخر ہم مفسّرِ ایں بیت است۔

نالۂ من نالۂ نے را اسیر | رمزِ پنہاں سوختن را درس گیر
ساخت با دلہا و بودش ہیچ نیست | سوخت دلہا را و دودش ہیچ نیست
نے کہ مے ناخوردہ رند سرخوش است | در نظر چوب است اما آتش است
آتشے در پردہ با دلہاش کار | داغِ پنہاں سوختن را پردہ دار
غیرِ نے ہم آتش و ہم چوب کو | غیرِ نے خود سالکِ مجذوب کو

لہذا بحالتِ مستی در شعرِ آیندہ ہمیں مضمون را واضح و لائح می کند ؎

ذرّہ سرخوشم و لے دارم در آغوش آفتاب

گردِ خود گردم بود مجنونِ من لیلائے من

یعنی ذرّہ سرخوش ہستم لیکن در آغوش آفتاب دارم و بر گردِ خود طواف می کنم۔ پس مجنونِ من خود لیلائے منست۔ زیراکہ عاشق و معشوق دراصل یکیست باعتبارِ ظہور و بطون متغائر گشتہ کما مرّ۔ یعنی بمثال ذرّہ بے قدر ہستم لیکن در آئینۂ قلب عکس ذاتِ باری عز اسمہٗ دارم۔ پس متحیر گشتہ طوافِ خود می کنم۔ چنانچہ مجنوں را گفتند کہ لیلیٰ مُرد۔ گفت لیلٰے در قلبِ منست و لیلیٰ من خود

Marfat.com

ہشتم (نقلاً عن مکاشفۃ القلوب از بابِ عشق)

تحقیقہ

چون انسان باین مقام برسد۔ می داند کہ ماسوائ اللہ باطل است واللہ تعالیٰ حقست پس بوقتِ تحقق اسم حق اسمِ خویش فراموش کند لہذا بجائے انا العبد انا الحق می گوید و واقعۂ منصورِ حلّاج رحمۃ اللہ علیہ برین مقدمہ شاہد است (از بابِ عشق کتاب مکاشفۃ القلوب)

نیز آیۂ شریف۔ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۵

برہمیں مضمون دال است۔ صاحبِ تفسیرِ حسینی نقلاً عن امام قشیری علیہ الرحمۃ می فرماید۔ حق آنست کہ برائے خدا بود و باطل آنکہ برائے غیرِ او باشد۔ صاحبِ تاویلات بر آنست کہ حق وجود ثابت واجب است عزّ شانہ کہ ازلی و ابدیست و باطل وجودِ بشری امکانی کہ قابلِ فنا و زوال است چون اشعہ لمعات وجود حقانی ظاہر گردد۔ وجود موہوم ہر ممکن درجنب آں متلاشی و مضمحل گردد۔

نظم

همہ ہرچہ ہستند ازاں کمتر اند | کہ با ہستیش نامِ ہستی برند
چو سُلطانِ عزّت علم برکشد | جہاں سربجیب عدم درکشد

چوں از تحقیق مذکورہ واضح گشت کہ وجودِ ماسوائ اللہ باطل است و اصلے ندارد و وجود وجودِ حق است و وجودیکہ بخویش منسوب میکنم او در حقیقت وجودِ حق معکوس است در آئینۂ اثباتِ من و ضروریست کہ صورتِ معکوسہ جامع

Marfat.com

باشد مر جمیع حقائق معانی را ۔ پس ظاہر و باطن کہ بحالتِ تعین عاشق و معشوق در ذاتِ خود حق تعالیٰ متعین فرمودہ در ما ہم پیدا است لِاَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صورتہٖ ۔ لہذا می گوید و نیز بسوئے توضیح اتحادِ نفی و اثبات ماسبق باز رجوع می کند و دلیلے دیگرے آرد ؎

ظاہر و پنہانِ من آئینۂ ناز و نیاز   دست در آغوشِ وحدت پیکرِ جوزائے من

یعنی ظاہر و باطنِ من آئینۂ ناز و نیاز حق است و ایں پیکرِ جوزائے من کہ مرکب از ظاہر و باطن است دست در آغوشِ وحدت انداختہ چنانکہ حق تعالیٰ بمع عین واحدہ متعین بعاشق و معشوق گشتہ بفحوائے الحدیث القدسی المذکورہ و شبہ کہ مجنوں و لیلیٰ باوجود تعدد بچہ طراق متحد شدند ہم رفع شد ۔ یعنی باوجود مغائرت بالیلیٰ خود را عین لیلیٰ تصور بایں وجہ کرد کہ ظاہر مجنوں آئینۂ نیاز و باطنش آئینۂ ناز معشوق حقیقی بود کہ لیلیٰ مظہر اوست ۔ پس بنظرِ باطن خود را لیلیٰ گفت لہذا متحقق است ایں معنے نہ متوہم ؎

مرحبا احمدِ بے میم محمد لقبی   عین ربی بحقیقت و مجازاً عربی

بلکہ بر قول میرزا عبدالقادر خاں بیدل لختے تامل باید کرد ؎

بیدل آئینۂ معشوق نماد ربرتست   ایں نیازیکہ تو داری نشود ناز چرا

چہ مقامِ حیرت است و جنوں ۔

چوں ایں امورِ متخالفہ کہ ناز و نیاز است در عینِ واحدہ ثابت شد پس بناءً علیہ نفی و اثبات کہ مراد از ظہور و بطون است یا آئینۂ ناز و نیاز حق است در عینِ واحد متحقق گشت بلکہ نفی عین اثبات و اثبات عینِ نفی ۔

بر مضمون اشعار بہ تحقیق مذکورہ قرآن کریم شاہد ۔ چنانچہ می فرماید ۔
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ

Marfat.com

ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

اوست آں کسے کہ بیا فرید شمارا از خاک یعنی از عدم پس حکم فرمودہ مدّتے را یعنے متعیّن ساخت وقتے را کہ درآں باز معدوم کردہ شوید ومدّتے نام بردہ ومعیّن شدہ بنزد اوست ۔ دیگر کس نداند باز شما شک مے آرید در توحید او یعنے شما از عدم آمدہ اید و باز بعدم خواہید رفت پس وجود یکہ بسُوئے خویش منسوب مے کنید محض وہم است ۔ وجود نیست منسوب حقیقتاً الا بسوئے حق تعالیٰ ۔ لہٰذا در وحدت وجود قطعاً ریب وشک نیست ایں معنے (وحدتِ وجود) راجزو آیۂ مذکورہ کہ در ذیل مذکور است تفسیر می کند ۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ الآیۃ ۔ یعنے اوست خداوند موجود در زمین ہا ودر آسمانہا کہ می داند باطن شمارا وظاہر شمارا او مے داند ہرچہ شما مے کنید ۔ صاحبِ تفسیرِ حسینی از فتوحاتِ مکیہ نقل کردہ کہ سِرَّكُمْ مراد از باطنِ انسان وَجَهْرَكُمْ مراد از ظاہرِ انسان ونیز نقلاً عن نقد النصوص مے فرماید کہ انسان مُرتبیست صاحب وجہین دریک روئش خصائصِ ربوبیت پیدا و دیگر روئش نقائصِ عبودیّت ہویدا ۔ چوں بخصائص ربوبیت نگری از ہمہ موجودات بزرگ تر است ۔ چوں نقائصِ عبودیت شمری از ہمہ کائنات خوار وبے مقدار تر است ۔ چوں بریں معارف وحقائق بغیر فنار کاملہ وبیخودی ظفرے ممکن نیست ۔ پس باوجودِ اعاظم شرائط حصولِ معارف علیٰ سبیل التحکم تحقق فنا وبے خودی را ظاہر میکند ۔

حلقۂ زنجیرِ من آویزۂ گوشِ جنوں   داستانِ بیخودی افسانۂ سودائے من

یعنے حلقہ سلسلۂ این علوم ومعارف کہ بیان کردیم زیورِ گوشِ جنون است

Marfat.com

که دلیلِ غلامی و بندگیست چونکه برائے انکشافِ ایں حقائق و معارف بیخودی لازم است و بیخودی وجنوں یکیست علی بعض الآثار۔ پس ہمیں قصۂ سودائے من داستانِ طویلِ بے خودیست آں بیخودی که پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم را بوقتِ وحی ہم لازم بود۔

شرط

چوں بیان کرده شد که انکشافِ حقائق و معارف بغیر استعداد برائے قبول اینہا که از ریاضت و مجاہده و اطراح دنیا بالکلیه پیدا می شود ممکن نیست بلکه ذوق کشف حقائق متبع مجاہده است چنانچه از ہمیں مضمون آیۂ کریمه وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا خبرمی دہد و لزومِ بیخودی ہم بیان شد و حال این است که مجاہده و سلوکِ ایں طریقِ دقیق و لزومِ بیخودی صورت نه بندد الا بہ تعمیل وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ که اِستمداد و استعانت باہلِ بصیرت[1] است و نیز شاعر مترنم است

---

[1] ثبوت و وقوع استفاضه و افاضه از مقابرِ صلحاء و انبیاء علیہم السلام در نفس الامر واقع گشته و علم ایں ثبوت و وقوع از بدیہیات است بحیث لا ینکره احد من الخواص و العوام الا من فی قلبه مرض الفساد و المکابرة فی امثالِ ہذا المقام۔ زیراکه حس صحیح و خبر متواتر بریں ثبوت و وقوع شاہد است چنانچه طائفه اویسیه از ارواح صلحاء و انبیاء مقبورین استفاضه کرده اند و میکنند و استفاضه حضرت شیخ الشیوخ شیخ ابوالحسن خرقانی از روحِ پُر فتوح سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس اسرارہما از براہینِ قاطعه است و شیخ المحدثؒ دہلوی در جذب القلوب آورده۔ تاج الدین سبکی بیان فضیلت و قربت زیارت آنحضرت صلعم باصول اربعه شرع بیان کرده۔ اما کتاب اللہ قول حق سبحانه و لو انّهم اذ ظلموا انفسهم (باقی بر صفحۂ آئنده)

Marfat.com

بترانۂ ہمیں مضمون در غزلِ آخر۔

گم گشتنم از خویش زجائے خبرم داد | ایں گمرہی از راہنمائے خبرم داد
من بندۂ اندازِ خود افتنِ خویشم | کیں بیخودی از خانہ خدائی خبرم داد
آمد بلبِ غنچہ تبسم شدم از کار | انداز تبسم زادائے خبرم داد

(نوٹ بقیہ صفحہ گذشتہ) جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ⃝

گفتہ است کہ ایں آیۂ کریمہ دلالت دارد بر حث و ترغیب حضور درگاہِ رسالت پناہ وسوال مغفرت دراں جناب اجابت مآب وطلب استغفار از وے وایں رتبہ عظیمہ است کہ ابداً انقطاع پذیر نیست جہت استوائے حالت موت وحیات نسبت بسرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہی

اما السنۃ فقولہ علیہ السلام بروایت امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مَنْ زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی

اما تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم پس شیخ در جذب القلوب می فرماید۔ آوردہ اند کہ چوں امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ عنہ فتح شام کرد وبا اہل بیت المقدس مصالحہ نمود۔ کعب احبار آمد و بشرفِ اسلام مشرف شد۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ را باسلام او غائت فرح وسرور دست داد و در وقت رجوع باوے گفت یا کعب خواہی کہ با ما بمدینہ آئی وزیارت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کنی؟ گفت نعم یا امیرالمومنین انا افعل ذالك بعد از قدوم بمدینہ مطہرہ اول کاریکہ عمر رضی اللہ عنہ ابتدا کرد سلام بپیغمبر بود صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہی۔ فرمودنِ خلیفہ رسول اللہ تیمناً برائے زیارتِ قبر شریف بہ کعب احبار وخود اول مشرف بزیارت شدن بے فائدہ نبود بلکہ ہمیں استفاضہ مقصود بود۔ وایں منجملہ اقوال قرنِ اوّل است (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

جزائے شرطِ مذکور

پس جزا بمقتضائے ہمیں مضمون و معنے میگوید۔

من بداماںِ معین الدین حسن دستے زدم　　خواجۂ من سیّدِ من خضرِ من مولائے من

یعنی من بداماںِ حضرت خواجہ معین الدین حسنؒ متمسک کردہ ام زیرا کہ او دریں طریقِ تنگ و تاریک خواجۂ منست و سردارِ من است و رہبرِ منست و رفیقِ منست

(نوٹ بقیہ صفحہ گذشتہ) اما چیزے کہ درقرن ثانی واقع گشتہ پس شیخ درجذب القلوب مے آرند عمر بن عبد العزیز از شام بمدینہ منورہ برید فرستاد تا سلام او را بجنابِ رسالت پناہ عرض نماید صلی اللہ علیہ وسلّم و ایں فعل وے در صدر زمانِ تابعین بود۔ و روائتِ ایں خبر مستفیض و مشہور است۔ انتہی

اما چیزے کہ درقرنِ ثالث واقع گشتہ پس شیخ درجذب القلوب می گویند امام شافعی گفتہ است کہ قبر موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ تریاقِ اکبر است مرقبول و اجابت دعاء را انتہیٰ۔

ابن حجر درقلائد تحت ترجمہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ مے نویسند۔ اعلم انہ لم یزل العلماء وذوالحاجات یزورون قبرہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم منھم الامام الشافعی۔

ترجمہ۔ باید دانست کہ ہمیشہ علماء وصاحبان حاجت قبر او را زیارت میکنند و در قضائے حوائج خویش باو متوسل می شوند کہ بعض از زائرین امام شافعی رحمہ اللہ

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ درتفسیرِ خویش تحت قولہ تعالیٰ والقمر اذا اتسق می فرماید بعضے از خواص اولیاء را کہ آلۂ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ اند و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اُویسیاں تحصیل کمالاتِ باطنی از آنہا می نمایند (باقی برصفحہ آیندہ)

Marfat.com

چوں ایں تمسک و اختلاط بغیر تعشق بذاتِ خواجہ بوجود نمے آید چنانچہ موکد شان الذین انعمت علیھم با غیر المغضوب الخ ہمیں تعشق را شاہد است زیرا کہ رغبت و میل بسوئے شئے ملذ محبت است ۔ چوں رغبت موکد و قوی شد پس باسم عشق موسوم گشت ۔ چنانچہ در سابق بیان کردیم لہذا می فرماید ۔

گرمجوشی ہائے عشقِ خواجۂ بندہ نواز　　جلوہ ریز آمد در آغوشِ دلِ دانائے من

یعنی گرمجوشیٔ عشقِ خواجۂ بندہ نواز و اختلاط و ارتباطِ عاشقانہ بآں محبوبِ خالق اکبر در دلِ دانائے یعنی قلبِ سلیمِ من جلوہ ریز آمدہ یعنی باعثِ انکشافِ حقائق گشتہ ۔

از چاشنئ سوختنم بے خبری بود　　برقِ نگہِ ہوش ربائے خبرم داد

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) و اربابِ حاجات و مطالب حلِ مشکلاتِ خود از آنہا مے طلبند و مے یابند و زبانِ حالِ آنہا در آں وقت مترنم بایں ترانہ است ۔ مصرعہ ۔ من آئیم بجاں گر تو آئی بتن

مولوی اسماعیل صاحب در منصبِ امامت جابجا اعانت اولیائے کرام بلا قیدِ حیات ثابت میکند و بعضے ازاں اقوال کہ در مبحثِ امامت خفیہ گفتہ ایں است ۔

پس لابد ایں وساطتِ شخص می شود در باب وصولِ فیضِ تکوینی نہ تشریعی یعنی حکیم علی الاطلاق ایشاں را واسطہ در تصرفاتِ کونیہ میگرداند مثل نزولِ امطار و نموِ اشجار و سرسبزی نباتات و بقائے انواعِ حیوانات و آبادیٔ قری و امصار و تقلبِ احوال و ادوار و تحولِ اقبال و ادبارِ سلاطین و انقلابِ حالاتِ اغنیا و مساکین و ترقی و تنزلِ اصاغر و اکابر و اجتماع و تفرقِ جنود و عساکر و دفعِ بلا و دفعِ وبا و امثال ذالک انتھیٰ ۔ و در مقامِ آخر می گوید ۔ بالجملہ تقرب الی اللہ بترک توسلِ ایشاں خیالیست و اختلال و وہمے است سراسر وبال و محال ۱۲ منہ

Marfat.com

از رفتنِ آں شوخ ازیں راہ گرامی　　گل بازیٔ نقشِ کفِ پائے خبرم داد

ولہٗ

من ندانم در سرم سودائے کیست　　من ندانم خانۂ دل جائے کیست
واہ چہ سودا ئیست سودائے کسے　　واہ چہ غوغائے ست غوغائے کسے
داشت سودائے کسے جانِ بلال　　جیب موُسے شد گریبانِ بلال
بود سودائے محمدؐ در سرش　　چشمِ موسیٰ بود آں چشمِ ترش

دل تا وقتیکہ از مجاہدہ و اطراح دنیا بالکلیہ مستعد استفاضہ نہ بود و از تقلباتِ صورِ محجوب نشود بلکہ نکتۂ نگاہ او ہماں ذاتِ واحد کہ در تعینات بوقلموں وصورت ہائے گوناگوں ظاہر گشتہ نگرد دا فاضہ وجلوہ ریزی حق باختلاط خواجہ کہ وجہ من وجوہ الحق است درست نمے آید پس برائے موزونیت افاضہ و استفاضہ دل را بصفتِ دانائی منصف ساخت۔

دریں ہر دو شعرِ مذکورہ ارکانِ اربعہ استفاضہ را ظاہر نمود بحالیکہ استفاضہ بغیرایں ارکان اربعہ مقوم نمی شود یعنی مستفیض ومستفاض منہ۔ مستفاض یعنی فیض۔ مستفاض بہ مستفیض ہماں تمسک کنندہ دامن آنحضرتؐ ومستعد برائے قبول فیض مستفاض منہ ذاتِ بابرکات ورُوحِ پرفتوح حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ مستفاض فیض وجلوہ ریزی وکیفیاتِ لطیفہ باطنیہ مثلِ نور وسرور وظہور تجلیاتِ قلبیہ مستفاض بہ ربط وتعشق وگرم جوشی بذاتِ خواجہ بندہ نواز۔

شرح

چوں شاعرِ محقق بفحوائے آیۂ مذکورہ ذیل۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ

Marfat.com

هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۵

یعنی وے گفتند کہ جمیع محامد برائے حقست کہ او مارا ہدائت کرد برائے ایں وما ہدائت مے یافتیم اگر حق تعالیٰ مارا ہدائت نکردے بیشک رسل خدا وند ما امر حق را آوردند وندا کردہ شدند کہ ایں جنت است کہ شمارا بجزائے اعمال شما درثۃً دادہ شدہ

اول حقائق ومعارف را بیان کردہ وبعدہ طریق سلوک را باتباع عبد کامل کہ موجب کشف معارف وحقائق است ظاہر نمود وباز در جزائے ایں کہ جنت درثۃً حاصل آید مذکور نشدہ بود ونیز ظہور تجلیات وکشف وشہود حقائق موجب توجہ الی المعنی واعراض عن الظاہر والنقوش والصور بود پس جزاء می گوید۔

جزائے شرطِ مذکور

من بہشت معینم باحُور وغلمانم چہ کار نظم ونثرِ من بود غلمانِ من حورائے[1] من

---

[1] حُور دراصل جمع حورائے ست لاکن فارسیاں درمعنئے مفرد استعمال مے کنند جمع آں حوران مے آرند بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ ؎

حورانِ بہشتی را دوزخ بود اعراف از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است

ولاکن شاعر دریں شعر حورائے من بمعنئے جمع آوردہ وحورائے در کلامِ فصحا بمعنی جمع نیامدہ پس عطف حورائے من بر غلمانِ کہ درشعر آوردہ خلافِ فصاحت است وخالی از رکاکت نے ہاں اگر بضرورتِ شعری آوردہ محل جواز دارد سوائے ایں دیگر توجیہے نیست کما لایخفی علی من لہٗ ملکۃٌ فی الکلام ۱۲ از مولانا مولوی محمد مرید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

یعنی من بہشتِ معنی ہستم نہ بہشتِ صوری پس مرا با حُور و غلماں چہ تعلق است بلکہ غلمان و حورائے من کہ از لوازمِ جنت است نظم و نثرِ من است کہ ازاں معنی دلالت کردہ می شود۔

باید دانست کہ در حدیث آمدہ کہ جنت وادئیست حور و قصور دراں اعمالِ شما و ہمچناں جحیم وادئیست کہ دراں نار و مار و کژدم و عذاب ہائے گوناگوں اعمالِ شما ہستند پس جنت و جحیم خود عین عبد است ؎

نیکِ تو روضہ شود ز نعیم بدِ تو حفرہ شود ز جحیم

لہٰذا جنت را از نفسِ خویش تعبیر کردہ۔

از حُور و غلماں بے ربط شدن واضح میکند کہ ما اہلِ معنے علیون اولوالباب ہستیم نہ اہلِ جنت صوری کہ تعریف آنہا اُبلہ است۔ اہلِ معنے علیون اولوالباب بے نیاز ہستند از دنیا و آخرت و جنت و نار و نقوش و آثار بجز دیدارِ حق ہر گز آسائش نمی گیرند و در ملکِ دل کہ آں واسع است ذاتِ حق را سلطنت میکنند لہٰذا میگوید ؎

بادشاہم میکنم بر مسندِ دلہا نشست کسوتِ خاکسترِ من اطلس و دیبائے من

یعنے من بادشاہ ہستم کہ بر مسندِ دل ہا نشستہ ام و از اطلس و دیبائے دنیا و آخرت بے نیاز ہستم و ہمیں کسوت خاکسترِ من کہ جامع است حقائقِ امکانیہ و جوبیہ را اطلس و دیبائے منست۔

دل را بصورتِ جمع آوردن خالی از فائدہ نیست پس باید دانست کہ کُل نفوسِ خویش را در نفس کلیہ کہ سریانِ او در جمیع نفوس مسلم است فانی کردہ و از تعینات جدا گشتہ باو باقی مے شوند پس سریانِ سلطنتِ آنہا در جمیع نفوس راست آید۔

Marfat.com

چوں در شرح مطلع بیان کردیم کہ حیاتِ دنیویہ من مذموم و بازتکاب معاصی دلیل سوء آخرت است پس میگوید ے

حسرت اندر حسرتم امروز و فردا یم مپرس — مے تراود خونِ امروز از رگِ فردائے من

اے امروز یعنے در حیاتِ دُنیا بتحقق خرابیٔ دُنیا و آخرت حسرت در حسرت ہستم پس کیفیّتِ فردائے من یعنے آخرتِ من قابل استفسار نیست کہ واضح ست زیراکہ خونِ امروز یعنی حیاتِ دُنیا از رگِ فردا یعنے آخرت مے چکد یعنے آخرت علتِ غائیہ دنیا است بحکم خلق الانسان للآخرۃ ہ و علتِ غائیہ عین معلول بلکہ معنےً مقدم باشد بر وجود معلول پس برآمدن حیاتِ دُنیا از آخرت متحقق گشت کہ ہمیں مراد از برآمدن خونِ امروز از رگِ فرد است ۔

تحقیقۃٌ علیٰ مذہب الفلاسفۃ

چوں عدمِ شے مع وجودِ شے آخر باشد پس او شے جہتیں دارد جہت وجود وجہتِ عدم ۔ چوں متصف تصوّر کردہ باشد بصفت وجود پس تقدم او باعتبار اقتران او بوجود ایں حادث یعنی شۓ آخر باشد پس تقدم شے متقدم نیست باعتبار نفسِ ذات زیراکہ ذاتِ او متحقق است مع ذات متاخر بخلاف قبلیت او کہ ثابت نمی شود مگر بعدمِ متاخر چوں اب بالقیاس الی الابن چہ جوہر پدر مقارن است بجوہر پسر لیکن قبلیت پدر متحقق نیست بجوہر پسر بلکہ قبلیت پدر بلحاظ عدمِ پسر باشد کما قال صدر شیرازی فی بحث الزمان ۔ ہذا المذہب مناسبٌ لمسلک الالٰہیین

پس بر ہمیں قیاس عدمِ امروز کہ معیت دارد با وجودِ فردا نیز ذو جہتین است چوں وجودِ امروز را ملحوظ داریم پس تقدم امروز نباشد بر فردا الا بتصور عدمِ فردا زیراکہ بتصور وجود فردا او معیت دارد با فردا یعنی تقدم امروز بر فردا بلحاظ عدمِ فردا

Marfat.com

باشد۔ چو فردا را موجود تصوّر بکنیم پس امروز متحقق باشد در وجودِ فردا۔ لہذا بہ ثبوت رسید
کہ چون امروز از رگِ فردا میچکد۔ ہم چناں حیاتِ دنیا کہ متحقق است در حیاتِ
اخرویہ را قیاس باید کردیلیکن این قیاس در امروز و فردا جاری نتواند شد الا بالمجاز۔
زیراکہ در کتبِ فلسفہ این قیاس را باین جہت آوردہ شد کہ برائے قبلیت و بعدیت
زمانیات معروض بالذات نیستند بلکہ معروض بالذات برائے قبلیت و بعدیت
نفسِ زمانہ است کہ از ہمیں جہت جزوِ سابق لاحق نتواند شد و لاحق سابق نبود۔
پس امروز در وجودِ فردا متحقق نتواند شد۔ لہذا اجرائے این قیاس در امروز و
فردا علیٰ سبیل ارادۃ المظروف بالظرف باشد تاکہ در اثبات مقصود غلو ظاہر شود
لہذا شاعر عدیم المثل در شعرِ آیندہ واضح میکند کہ مراد از امروز و فردا زمانیات
ہستند کہ در آنہا تحقق وجود یکے در دیگرے ثابت است چنانچہ میگوید۔

طبعِ عرفی و گرامی خوردہ از یک دایہ شیر ۔۔۔ گفتۂ عرفیست اینک حجتِ دعوائے من

یعنی طبعِ عرفی و گرامی باوجود تقدم و تاخرِ زمانی حقیقت و کیفیتِ واحدہ
دارد نہ عرفی و گرامی من حیث ہو ہو واحد ہستند کہ بر اں قولِ عرفی حجت است
چنانچہ عرفی میگوئد ؎

دُودمانِ عشق را از من گرامی تر نزاد ۔۔۔ جوہرِ من کرد روشن گوہرِ آبائے من

یعنی خاندانِ عشق از من گرامی تر را نزادہ لاکن گرامی را زادہ است[1]۔

---

[1] یا معنی این ست۔ برائے خاندانِ عشق از من گرامی تر زادہ نیست یعنی دلد محترم من ہستم
چراکہ "را" بر سہ قسم مستعمل می شود علامتِ مفعول چنانکہ زید عمر را کشت یا علامتِ اضافت
چنانچہ زید را اسپ بمعنے اسپ زید۔ یا بمعنے برائے چنانچہ دریں شعر است یعنی برائے خاندانِ
عشق فرزند گرامی تر از من نیست بہر حال نفی گرامی تر شد و نفی گرامی (باقی بر صفحہ آئندہ)

پس گرامیئے متاخر متحد است بعرفی متقدم مثلیکہ جوہر من گوہر آبائے مرا روشن میکند من حیث الاتحاد در طبع لیکن او عرفیست کہ منسوب بسوئے عرف است کہ آں صرف برائے شناختگی موضوع شد بفحوائے آیہ مبارکہ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ما مخاطب ہستیم بخطاب گرامی کہ آں محض برائے اظہارِ عزت و بزرگی مے آید۔ و بزرگی علی الاطلاق تقدم را مے خواہد پس ملقب شدن من بہ لقبِ گرامی کہ آں عزت و تقدم را میخواہد بایں وجہ است۔

یا معیںؔ مے ریزد از ہر موئے درد آویز من	یا معیں میجوشد از ہر موجۂ دریائے من

کہ مظہرِ اتم آں صاحبِ لولاک صلعم است و آں گرامیست و متقدم است معنے از جمیع پیغمبرانِ سلف علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ می فرمایند مولوی معنوی قدس سرہٗ۔

مصطفٰے زیں گفت کادم و انبیاء	خلفِ من باشند در زیرِ لوا
بہرِ ایں فرمودہ است آں ذوفنون	رمز نحن الآخرون السابقون
گرچہ در صورت ز آدم زادہ ام	من بمعنے جدِ جد افتادہ ام

(حاشیہ بقیہ صفحہ گزشتہ) مطلق نیست یعنی ایں شعر عرفی بر ظہور متاخر من دلیلے روشن و واضح است کہ نفی بر قید تر است نہ بر مقید یعنے بر گرامی نیست ۱۲۔ مولانا مولوی مُرید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

لہ یا معین میریزد از ہر موئے درد آویز من	یا معیں میجوشد از ہر موجۂ دریائے من

میریزد و میجوشد یکے از اوصافِ آب است ما معین کہ بانامِ مبارک خواجہ غریب نواز رحؔ بہ تجنیس خطی اتحاد دارد و ایں توارد مضمون و لطفِ آں از طبع شاعر از خیالاتِ نادرہ و عجیبہ است کہ وہبی تواں گفت نہ کسبی فافہم ۱۲ من احقر عباد اللہ الاحد محمد مرید احمد عفی عنہ

Marfat.com

کز برائے من بُدش سجدہ ملک — وز پئے من رفت بر ہفتم فلک

بس زمن زائید در معنے پدر — بس زمیوہ زاد در معنے شجر

اول فکر آخر آمد در عمل — خاصہ فکرے کاں بود وصفِ ازل

وگرامی شدن من بے بنیاد بود تا وقتیکہ در حضورِ خواجہ علیہ الرحمۃ مدح من مقبول نمی گشت واعلیٰ حضرت حضور ممدوح نے فرمودند کہ البتہ گرامی بے مثل وشاعر یکتائے منست لہٰذا میگوید ؎

مدح سرکردم گرامی خواجہ فرماید کہ ہاں — مدحِ سنج من گرامی شاعرِ یکتائے من

گوہرِ دریائے گرامیست ایں

مخزنِ اسرارِ نظامیست ایں

(نظامی گنجوی)

تمّت

Marfat.com

شرفِ نظر

شاعری نام ہے یکسر جذباتِ دل کی ترجمانی کا اور تصوف کا سرمایۂ عشقِ حقیقی، جو از سرتا پا جذب ہے اور جوش، پس تعریف اُس دل کی کیجیے جو شورشِ اُلفت کا حامل ہو اور ثنا کیجیے اُس شاعری کی جو ایسے جذبات کا آئینہ بنے۔

شاعری مختلف قسم کے اصنافِ خواہش کے اظہار کا ذریعہ ہوتی ہے۔ مگر اُن سب میں قابلِ ذکر وہی صنفِ شعر ہے جس میں انسانی سینہ و قلب کے لئے ایمان و ایقان کی حرارت مہیا کی گئی ہو اور رُوحانی و وجدانی ترقیوں کی پرورش و پرداخت کا اہتمام کیا گیا ہو۔

دُنیائے علم و ادب میں ایسے اعجاز کا ظہور بارہا ہو چکا ہے جب کہ کسی صاحبِ درد کا سکوتِ تکلّم، بیخودی کے ہاتھوں شکست یاب ہو گیا اور دِل کی شورشوں نے الفاظ کا پیکر اختیار کر لیا ہو اور مضمون کے علو کی فلک پیمائیوں نے خاک نشینوں کے لئے بیان کی لذت اور رُوح کے لئے رمز کی مسرّت کی اِک طرح نہ ڈال دی ہو۔

جلیل المرتبت حضرت گرامی، منقبت سرائے قطب الاقطاب سُلطان الہند خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز، کسی تعارف کے محتاج نہیں اُن کے تخیل و شعر کے میکدے میں ایسے بادۂ مردافگن کی کمی نہیں تھی تاہم شرفِ خیال اور فکر کا ہے جو منقبت خواجۂ بزرگ اجمیری میں تکلّم کے پیمانہ سے چھلکا۔ اے زہے فکر فلک بوس!

منقبت میں تخیّل کی نزاکت، جذبہ کا علو، عشق کی شورش، نیاز کا پندار اور نازِ ارادت و وابستگی کا عجز جس جس اسلوب سے بیان ہوا ہے اُس نے

Marfat.com

ہر شعر کو اِک طلسمِ معنی و بصیرت کے علاوہ دس باطن عطا کر دیئے ہیں۔ جن میں سے ہر باطن تصوّف کے نازک تریں مسائل سے باہم دِگر ہے۔

منقبت کا عرفان شعری موقوف تھا اک شرحِ بلیغ پر جس کو قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب سجادہ نشین درگاہ فلک بارگاہ حضرت قبلۂ عالم میاں محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوشیار پوری نے علیٰ وجہ الاتم پورا کر دیا۔

فلسفیوں کے نزدیک اشیاءِ عالم کا ادراک ظاہری حواس سے ہوتا ہے وُہ کہتے ہیں حواس کے مدرکات دماغ میں پہنچتے ہیں۔ پھر اُن پر دماغ مختلف صورتوں سے ردّ و قدح کرتا ہے۔ جزئیات سے کلیات بناتا ہے تحلیل و ترکیب سے کام لیتا ہے، مقدمات بناتا ہے اُن سے نتائج اخذ کرتا ہے۔ الغرض اُن کا تمام علم و ادراک جو کچھ ہے وُہ صرف حواس کے مجموعی عمل کا نام ہے۔

لیکن اس کے برخلاف اربابِ تصوّف کے ہاں ان سب کے علاوہ ایک اور "حاسّہ باطنی" ہے جو "مشق اور ریاضت" سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو حواس کی وساطت کی ضرورت نہیں، بلکہ کہیں کہیں حواس کا تعطل اس کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے۔ اِس "حاسّہ باطنی" سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اُس کے تصوّف کی دنیا میں مختلف نام ہیں۔ کشف، مشاہدہ، اسی عرفان کے بعض عُرف ہیں۔

فلسفی جو کچھ کہتے ہیں قیاس اور استدلال کے بل بوتے پر اور صوفی جو کچھ کہتے ہیں مشاہدہ کی نعمت و فضیلت سے، فلسفی کہتے ہیں، جانتے نہیں، صوفی جانتے ہیں، کہتے نہیں پس فرقِ مراتب ظاہر ہے۔ شیخ بو علی سینا ایک مرتبہ سلطان ابُو سعید ابُو الخیرؒ سے ملے اور اپنی فلسفیانہ تحقیقات ظاہر کیں۔ سلطان نے گوش گذار کر لیں۔ اور جب شیخ چلے گئے تو سلطان (رح) نے فرمایا "آنچہ

اُدمی داند، می بینم"، یہ کیا چیز تھی، وہی حاسّہ باطنی"۔

حضرت میاں صاحب ممدوح نے واردات گرامی پرجس نوع کا حاشیہ لکھا ہے اور جس ملکہ عرفانی سے مقاماتِ تصوّف پر گفتگو فرمائی ہے وہ وہی حاسّہ باطنی ہے جس کا ملکہ ان حضرات کا معمول بہ ہے۔

قبولیّتِ منقبت کے دو پہلو ہیں جو قابلِ لحاظ ہیں! اوّلاً یہ کہ جب منقبت حضرت خواجہ بزرگ میں گزرانی گئی تو دیگر قصائد نگار شعراء ہند کے ناموں کے ساتھ گرامی اور سب کے نام لکھ لکھ کر اک ظرف گلی میں ڈال کر حضرت خواجہ بزرگؒ کے مزار مبارک کے اندر رکھ دیئے گئے اور صبح کو ایک نہایت صغیر سن بچے سے پرچیاں "نکلوائی گئیں تو تین مرتبہ گرامی، گرامی برآمد ہوا، اے زہے شرفِ قبول!

ثانیاً شرفِ منقبت کے لئے یہ فخر بھی بس ہے کہ حضرت میاں صاحب ممدوح نے اپنے متصوّفانہ مقالات سے اس کو چار چاند لگا دیئے۔ اور اگر شرح نویس کی خدمت کو بھی کسی کا ایما ء قبول کر لیا جائے تو یقیناً منقبت عیرفانی ہو گئی۔

بہر حال رہروانِ منازلِ سلوک حضرت میاں صاحب کے حاشیہ میں بہت سے نکتے اور سِرّ اس راستے کے لئے معین راہ پائیں گے اور ہم تو نہایت مسرور ہیں کہ اِس حیلے سے حضرت ممدوح کے افاداتِ علم و عرفان سے فیض یاب ہو سکے۔

قربان جایئے اِس اتفاق کے، مجھے باوصف اپنے اعترافِ عجز کے اِس سعادت کے حصول پر ناز بھی ہے کہ منقبت نگار گرامی اور مرتّب تحشیہ حضرت میاں صاحب قبلہ کے ساتھ یہ چند سطور لکھ کر عزّتِ قرب اور اختصاصِ دوام حاصل کر رہا ہوں۔

خدا کرے یہ شرفِ معیت اور نسبت کی خصوصیّت دربارِ چشت میں میری نیازمندی کے رسوخ کی ضمانت ہو جائے۔ آمین!

گدائے کوئے چشت: خلیقی دہلوی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com